ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

فروری 2020ء جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 02

ربوہ کا قیام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا عظیم المرتبت کارنامہ

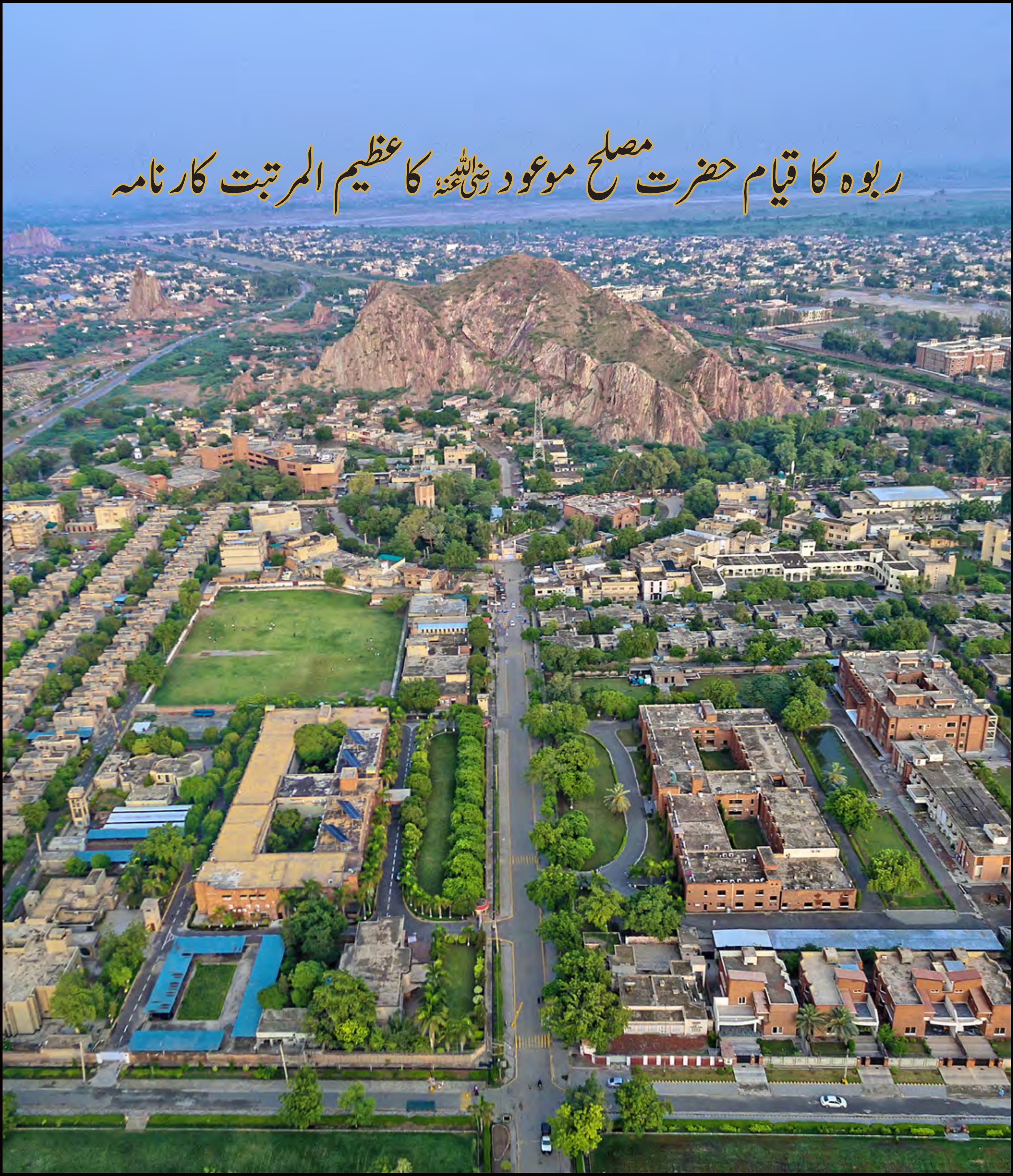

”خدا نے کہا تا وہ جو زندگی کے
خواہاں ہیں موت کے پنجے سے
نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں
دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا
دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا
مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور حق اپنی
تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور
باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ
بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ
میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا
ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں
تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو
خُدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے
اور خدا اور خدا کے دین اور اُس کی
کتاب اور پاک رسول محمد مصطفٰے
کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے
دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور
مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے“

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ مسعود علیہ السلام

(1835-1908)

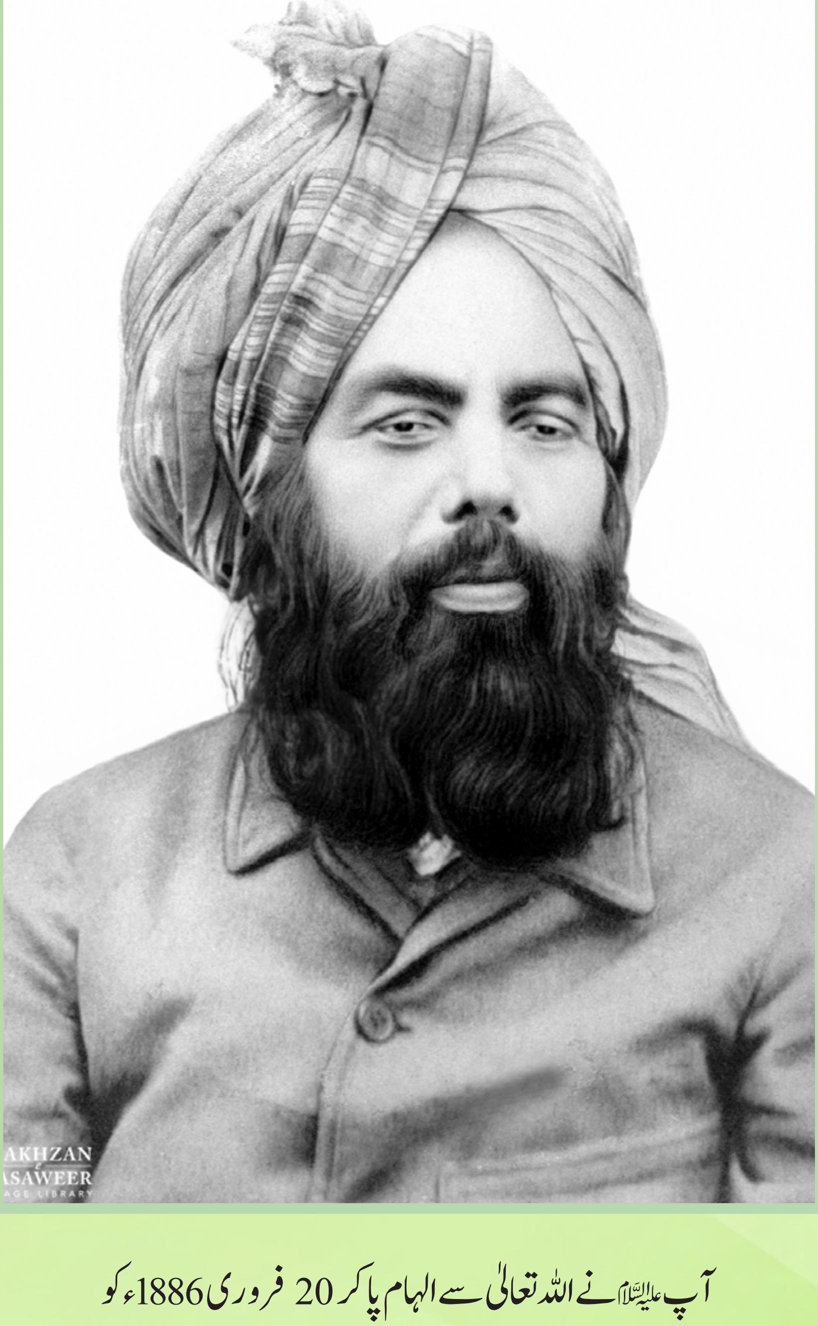

آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر 20 فروری 1886ء کو
پیشگوئی مصلح موعودؓ شائع فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار

سید نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتوں والے ایک بیٹے کی خبر بطور نشان عطا فرمائی تھی۔ اس نشان کا تعلق اسلام کی عظمت، قرآن کریم کی حقانیت اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ساتھ تھا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ پسر موعود عطا فرمایا۔ جس کا بلند مقام ’’مصلح موعود‘‘ کے لقب سے ظاہر ہوتا ہے۔
اِس پسرِ موعود کی خوبیاں بچپن سے ہی ظاہر و باہر تھیں اور جب اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو منصب خلافت پر فائز فرمایا تو پیشگوئی مصلح موعودؓ میں مذکورہ صفات پوری آب و تاب سے ظاہر ہونے لگیں جس کا ایک عالم گواہ ہے۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت دین کے لئے وقف ہو چکا تھا اور آپ کے بے شمار کارہائے نمایاں سامنے آنے لگے تھے جن میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ نظام خلافت کا استحکام ہے۔ آپ کو اپنے باون سالہ دور خلافت میں بہت سے اندرونی اور بیرونی فتنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے ہر موقع پر نظام خلافت کا اولوالعزمی کے ساتھ نہ صرف دفاع کیا بلکہ فتنوں کا ایسا قلع قمع کیا کہ آئندہ کے لئے ان کا سدّباب بھی ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جماعتی ڈھانچہ کو مضبوط اور مربوط بنیادوں پر اُستوار کیا۔ ذیلی تنظیموں کا قیام فرمایا جس سے افراد جماعت کے ہر طبقہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ پھر ان سب امور کی جان یعنی احباب جماعت میں سچا جذبہ اطاعت و فدائیت پیدا کرنے میں جو کامیابی آپ کو ملی، اس کی مثال فی زمانہ کہیں اَور ڈھونڈے بھی نہ ملے گی۔ اطاعت کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لئے آپ نے اپنے عملی نمونہ، اپنی نصائح اور انتظامی اقدامات کے ذریعہ غیر معمولی جد وجہد فرمائی۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

’’خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں‘‘۔ (الفضل 31 جنوری 1936ء صفحہ 9)

گویا ہماری نظریں ہمہ وقت خلیفۂ وقت کی طرف لگی ہونی چاہئیں، جونہی آقا کی زبان مبارک سے کوئی ہدایت جاری ہو، اُسے پورا کرنے کے لئے اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تعمیل میں لگ جانا چاہئے۔ آج ہمارے پیارے آقا ساری دنیا کو امن کا پیغام دے رہے ہیں، اسلام، قرآن اور ہم سب کے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے حملوں کا پُرحکمت اور جرأت مندانہ دفاع کر رہے ہیں۔ اِس تناظر میں ہم سب کا فرض ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق ہم بھی اسی کام میں اپنے آپ کو لگا دیں۔ ہم میں سے اہل قلم حضرات کے لئے صلائے عام ہے کہ پیارے آقا کے رشحات قلم و زبان سے روشنی لیتے ہوئے ان مضامین کو ساری دنیا میں پھیلاتے چلے جائیں، ان عناوین پر مضامین لکھیں اور روئے زمین پر بسنے والے ہر ہر فرد بشر تک یہ آواز پہنچانے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر ڈالیں تا کہ ہم خلیفہ وقت کے لئے قرۃ العین اور سلطان نصیر بن کر حضرت مصلح موعودؓ کے اس عزم کو پورا کرنے والے ہوں۔

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اخبار احمدیہ

جمادی الثانی 1441ہجری قمری | فروری 2020ء | جلد نمبر 21 | شمارہ نمبر 02 | تبلیغ 1399ہجری شمسی

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاوزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

محمد انیس دیالگڑھی، ریحان رشید

معاونین

سلطان احمد قمر، سید سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سید افتخار احمد

ٹائٹل و ڈیزائننگ

مرزا لطف القدوس، احسان اللہ ظفر

کمپوزنگ

آفاق احمد زاہد، طارق محمود

مینیجر

سید افتخار احمد

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main,Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

فہرست مضامین

04	قال اللہ، قال الرسول ﷺ، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05	تبرکات
06	لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
07	پیشگوئی مصلح موعودؓ میں بیان فرمودہ علامات اور ان کے مصداق
15	سیدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف کریمانہ
17	وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا
19	مصلح موعودؓ کی ایک عظیم الشان برکت ”اسیروں کی رَستگاری کا موجب“
20	بائبل کے زبردست عالم
21	حضرت مصلح موعودؓ کے مشاہدات
23	تحریکِ خلافت کے دوران مسلمانان ہند کی راہنمائی
30	تربیت قبول کرنے کی اہلیت، حضرت مصلح موعودؓ کی حسِ مزاح
31	حقّانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر یا سبز اشتہار
32	حضرت مصلح موعودؓ کا بیش قیمت علمی اور تحقیقی ورثہ
34	ربوہ کا قیام حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم المرتبت کارنامہ
37	حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقاتوں کی حسین یادیں
39	تجارت ایک مقدس پیشہ اور اسلامی تعلیمات
42	مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے زیر انتظام 15ویں سالانہ تربیتی کلاس کا انعقاد
43	جرمنی میں تبلیغ اسلام (قسط چہارم)
45	بلانے والا ہے سب سے پیارا
46	سالِ نو کے موقع پر جرمنی بھر میں وقارِ عمل
47	مکرم محمد ریاض سیفی صاحب مرحوم
48	آخر اس درد کی دوا کیا ہے

32

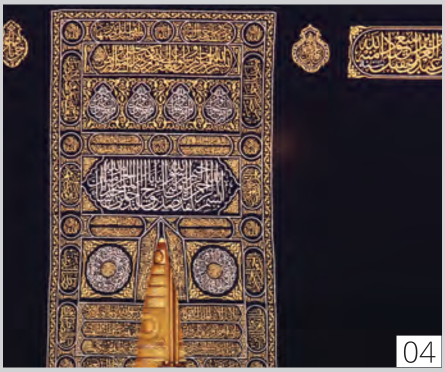
04

37

07

19

34

15

42

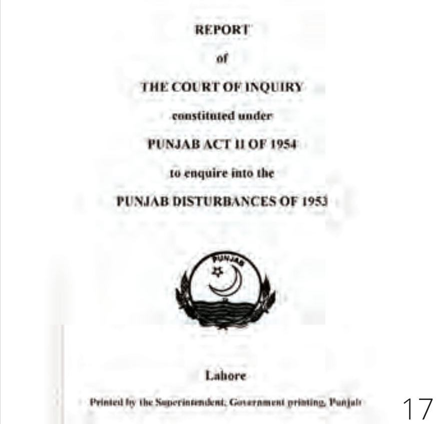
REPORT

of

THE COURT OF INQUIRY

constituted under

PUNJAB ACT II OF 1954

to enquire into the

PUNJAB DISTURBANCES OF 1953

Lahore

Printed by the Superintendent, Government printing, Punjab

17

47

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقائق تقریر و واقعہ وفات بشیر

31

قال اللہ جلّ جلالہٗ

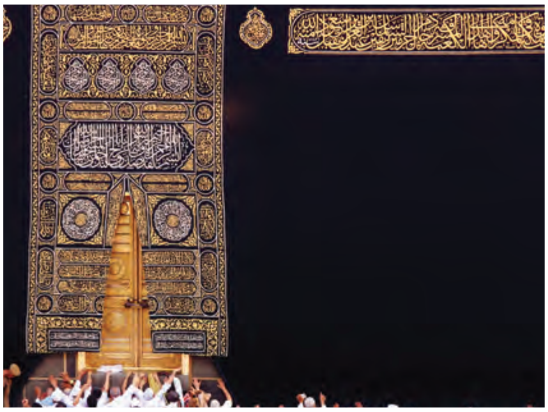

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ (آل عمران:39)

اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ عَمرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْزِلُ عِيْسىٰ ابْنُ مَرْيَمَ اِلىٰ الْأَرْضِ، فَيَتَزَوَّجُ وَ يُوْلَدُ لَهٗ...

(سیرت سید الانبیاء ترجمہ الوفا باحوال المصطفٰی ﷺ صفحہ 543)

حضرت عبداللہ بن عَمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم زمین پر نازل ہوں گے اور وہ شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہو گی...

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ واحسانہ وبرکت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ، خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری وباطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیائے موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 115، اشتہار واجب الاظہار 22 مارچ 1886ء)

’’نُور آتا ہے نُور‘‘

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے سو اُن دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے‘‘۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306 حاشیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’الٰہی اسلام پر بڑا تبر چل رہا ہے۔ مسلمان اوّل تو سست ہیں پھر دین اسلام، قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر۔ تو ان میں ایسا آدمی پیدا کر جس میں قوت جاذبہ ہو وہ کاہل وسست نہ ہو ہمت بلند رکھتا ہو۔ باوجود ان باتوں کے وہ کمال استقلال رکھتا ہو۔ دعاؤں کا مانگنے والا ہو تیری تمام یا اکثر رضاؤں کو پورا کیا ہو۔ قرآن وحدیث سے باخبر ہو۔ پھر اس کو ایک جماعت بخش اور وہ جماعت ایسی ہو جو نفاق سے پاک ہو، تباغض ان میں نہ ہو اس جماعت کے لوگوں میں خوب ہمت اور استقلال ہو قرآن وحدیث سے واقف ہوں اور ان پر عامل اور دعاؤں کے مانگنے والے ہوں۔ ابتلاء تو ضرور آویں گے۔ ان ابتلاؤں میں اُن کو ثابت قدمی عطا فرما۔ ان کو ایسے ابتلاء نہ آئیں جو اُن کی طاقت سے باہر ہوں‘‘۔ (الحکم 7 اپریل 1914ء ص 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے ......مَیں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ حکومتیں اگر اس کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی، بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا‘‘۔ (الفضل 24 فروری 1944ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں

’’مذکورہ پیشگوئی میں پسرِ موعود کی جو بنیادی صفت اور خاصیت بتائی گئی ہے وہ یہ ہے ’’نور آتا ہے نور‘‘ باقی تمام خواص اس مرکزی نقطہ کے گرد گھومتے ہیں۔ گزشتہ باون برس تک ہم نے انوار الٰہیہ کو اس پاک نفس پر بارش کی طرح برستے دیکھا اور خود ہم نے مشاہدہ کیا کہ وہ انوار کبھی اخبارِ غیبیہ کے رنگ میں کبھی علوم ومعارف کی صورت میں اور کبھی اخلاقِ فاضلہ کے پیرایہ میں اس پر اپنا پرتَو ڈالتے رہے تھے۔ وہ نظرِ احدیّت کا منظور تھا۔ جس پر فضل ربانی کا عظیم الشان سایہ تھا اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا تھا کہ قادرِ مطلق کا نور اس کی صحبت میں، اس کی توجہ میں، اس کی ہمت میں، اس کی دعامیں، اس کی نظر میں، اس کے اخلاق میں، اس کی خوشنودی میں، اس کے غضب میں، اس کی رغبت میں، اس کی نفرت میں، اس کی حرکت میں، اس کے سکون میں، اس کے نُطق میں، اس کی خاموشی میں، اس کے ظاہر میں اور اس کے باطن میں ایسے بھرا ہوا تھا۔ جیسے ایک مصفّٰی شیشہ ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ عطر سے بھرا ہوتا ہے‘‘۔ (خطابات ناصر جلد 1 ص 50)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں

’’پس یہ امر خوب ذہن نشین رہے کہ محض ایک بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی نہیں کی گئی، ایک ایسے فرزند جلیل کی پیشگوئی کی گئی ہے جو عمر پانے والا ہوگا، نہایت ذکی اور فہیم ہوگا۔ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ وہ علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہوگا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ وہ عالم کباب ہوگا یعنی اس کے دَورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب دُنیا کو بُھون کر رکھ دیں گی۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ کیا یہ تمام صفات اور ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات جو اس موعود بیٹے کی بیان کی گئی ہیں محض ایک کے بعد دوسرے رونما ہونے والے اتفاق پر آس لگا کر بیان کی جا سکتی ہیں؟‘‘ (سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 54)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’پس آج ہمیں پیشگوئی مصلح موعودؓ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر دکھائی دیتی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس خوبیوں کے مالک بیٹے کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی اور جس تڑپ اور عزم کے ساتھ اُس بیٹے نے جماعت کو آگے بڑھنے کے راستے دکھائے، ایک خوبصورت نظام عطا فرمایا۔ جماعت کی تربیت کے نظام کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچانے کے لئے ایک ایسا نظام مستحکم کر دیا جس کے نتائج ہر روز نئی شان سے پورے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس نظام کو مزید مستحکم کرنے کے لئے ہر احمدی اپنا کردار ادا کرنے والا بنے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرب ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ ایشیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ افریقہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ یورپ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ امریکہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ آسٹریلیا میں بھی یہ نظام قائم ہے اور جزائر میں بھی یہ نظام قائم ہے‘‘۔ (خطبہ جمعہ 17 فروری 2012ء)

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا

کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ اِحساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تُو نے مجھے دئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں مَیں سراسر تو میرا ربِّ اکبر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا یہ سب کرم ہے تُو رحمتِ اَتَمّ ہے
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقتِ قلم ہے
تیرا ہوں مَیں ہمیشہ جب تک کہ دَم میں دَم ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اِس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دن ہوں مُرادوں والے پُرنُور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میری جاں کے جانی اے شاہِ دو جہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بختِ جاوِدانی اور فیضِ آسمانی
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(انتخاب از محمود کی آمین، درثمین)

”تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے)۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا“ (اشتہار 20/فروری 1886ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے

پیشگوئی مصلح موعودؓ میں بیان فرمودہ علامات اور ان کے مصداق

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دو تین دن ہوئے مجھے ہمارے یہاں کے مشنری انچارج عطاء المجیب راشد صاحب نے لکھا کہ اس سال پیشگوئی مصلح موعودؓ کے ایک سو پچیس سال پورے ہو رہے ہیں۔ مجھے اُن کے خط کی طرز سے یہ لگا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس موضوع پر ایک خطبہ دوں، گو کہ انہوں نے واضح طور پر تو نہیں لکھا تھا۔ اس موضوع پر ہر سال جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں۔ دو سال پہلے میں ایک خطبہ بھی دے چکا ہوں۔ گو کہ ایک خطبہ میں اس موضوع کا پوری طرح احاطہ نہیں ہوسکتا۔ پہلے تو مَیں اس طرف مائل نہیں تھا لیکن پھر طبیعت اس طرف مائل ہوئی کہ یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے۔ اس لئے اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ گو جماعتی طور پر جہاں آزادی ہے وہاں تو جلسے بھی ہو جاتے ہیں مختلف موضوع ہیں۔ پیشگوئی کے مختلف پہلو ہیں۔ اُن کو مختلف مقررین بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن پاکستان میں تو ویسے ہی جلسوں پر پابندی ہے۔ اُن کے لئے بھی یہ موضوع ایسا ہے کہ نئی نسل کے لئے بھی ضروری ہے۔ نوجوانوں کو بھی اس بارے میں علم ہونا چاہئے۔ نئے آنے والوں کو بھی علم ہونا چاہئے۔ پھر صرف نئے آنے والوں کو ہی نہیں بلکہ انسان کی طبیعت میں جو اتار چڑھاؤ رہتا ہے اُس کی وجہ سے بعید نہیں کہ بعض بڑی عمر کے لوگ بھی اتنا زیادہ اس موضوع کو نہ جانتے ہوں۔ اس پر غور نہ کیا ہو اور آج اُن کی طبیعت اس طرف مائل ہوئی ہو۔ بہرحال اس وجہ سے یہ موضوع چاہے کچھ حد تک ہی ہو، بیان کرنا ضروری ہے۔ باتوں کو بار بار دہرائے جانے سے، نئے ہوں یا پرانے ہوں، اُن کے علم اور ایمان اور عرفان میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ جماعت جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیزی سے نئے ملکوں میں، نئی جگہوں پر پھیل رہی ہے۔ وہاں جو مقررین ہیں یا جو معلمین مقرر ہیں، اُن کو ہر بات کا اتنا علم نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پیشگوئیاں ہیں ان کا نہ صحیح طرح سے علم ہے، نہ اتنی گہرائی میں جا کر بیان کر سکتے ہیں۔ تو اس پہلو سے بھی مَیں نے اس کا بیان کرنا ضروری سمجھا۔

بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا، گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعودؓ ہوگا اور اس کی تفصیل میں آپ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سو سال پہلے بیان فرما دی تھی کہ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور اُن کی اولاد ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث حدیث نمبر 5508 دار الکتب العلمیۃ ایڈیشن 2003ء) (الوفاء باحوال المصطفیٰؐ لابن جوزی مترجم محمد اشرف سیالوی صفحہ 843 ناشر فرید بک سٹال لاہور)

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں، عیسیٰ ابن مریم کی وضاحت آنحضرت ﷺ نے دوسری احادیث میں فرمائی ہے کہ وہ کون ہیں؟ بخاری کی حدیث ہے۔ مسلم نے بھی اور حدیثوں

کی کتب نے بھی اس کو درج کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ، اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم مبعوث ہوگا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہوگا۔ اور پھر یہ بھی روایت میں ہے کہ یہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے تمہاری امامت کے فرائض بھی سرانجام دے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حدیث 392،394)

پھر ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم کا زمانہ پائے گا اور وہی امام مہدی اور حَکَم و عدل ہوگا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یہ مسند احمد کی حدیث ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 479 مسند اَبی ھریرۃ حدیث نمبر 9312 عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ پیشگوئی جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے گو تفصیل کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق اور مسیح و مہدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اب دوبارہ کی لیکن اس کی بنیاد تو آج سے چودہ سو سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصہ پہلے سے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی پر ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر انعامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑائی کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو آپ کے آقا و مطاع، سید و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شان بلند کرنے کے لئے ہیں۔ آپ ﷺ کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے ہیں۔ یہ تائیدی نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے یہ درحقیقت آنحضرت ﷺ کی شان بلند کرنے کے لئے ہیں۔ اسلام کا زندہ خدا اور زندہ رسول ہونے کی دلیل کے طور پر یہ پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے کروائی ہیں۔ پس احمدیت اسلام سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر دنیا میں آنحضرتؐ کا عاشق کوئی نہیں ہے۔ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے"۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 557 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی بات لے لیں۔ آپ کی زندگی کے کسی عمل کی طرف نظر کر لیں، آپ کی کسی تحریر کو لے لیں، ان سب کا رُخ اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی طرف ہی نظر آئے گا۔ آپ علیہ السلام نے دنیا کو بتا دیا اور ببانگ دُہل یہ اعلان کیا کہ آج اگر کوئی زندہ مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ آج اگر کوئی زندہ رسول ہے جو خدا سے ملاتا ہے تو حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں جن کی پیروی سے خدا ملتا ہے۔ اور آج اگر کوئی کامل کتاب ہے جو تمام قسم کی تحریفوں اور آلائشوں سے پاک ہے اور اپنی اصل حالت میں ہے، جس کے پڑھنے سے حقانی علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں، جس کے پڑھنے سے انسان کا دل پاک ہوتا ہے۔ یعنی خالص ہو کر پڑھنے سے، ورنہ تو جو پاک نہیں ہے، خالص نہیں ہے اُس کو تو قرآن پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے۔

پس آپ علیہ السلام نے ہمیں اس سوچ سے پُر کیا۔ ہمارے دل و دماغ کو یہ عرفان عطا فرمایا کہ آج اگر کوئی زندہ نبی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے جنہوں نے ہمیں خدا سے ملایا۔ ایک براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی تا کہ دلوں کے اندھیرے دور ہوں اور بندے اور خدا میں ایک تعلق پیدا ہو۔ آپ ﷺ کی کتاب ہی وہ زندہ کتاب ہے جس میں قیامت تک کے لئے وہ تمام احکام، اوامر و نواہی اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے بیان ہوگئے ہیں جن سے باہر سوچنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں، نہ انسان میں طاقت ہے کہ سوچ سکے۔

اس عظیم اور ہمیشہ زندہ رہنے والے نبی نے اپنی پیروی کرنے والے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جس طرح آج سے چودہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے سے جوڑا تھا، ویسا تعلق آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اُسی تروتازگی کے ساتھ جوڑا ہے۔ بلکہ جب وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) کی قرآنی پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ آیا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے جو غلام کو اپنے آقا سے تھا مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ایمان کو ثریا سے زمین پر لانے کا باعث بن گئی۔ اور ایک نئی شان سے دینِ محمدیؐ دنیا میں دوبارہ مسیح موعود کے ذریعے سے قائم ہوگیا۔ آخرین جو ہیں وہ اوّلین سے جوڑ دیئے گئے۔ حدیث میں ایمان کو ثریا سے لانے کا یوں ذکر ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اُس کی آیت وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) پڑھی، جس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی اُن صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔ تو ایک آدمی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ جو درجہ تو صحابہؓ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی اُن میں شامل نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس شخص نے تین دفعہ یہ سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ اُن کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا (یعنی زمین سے اُٹھ گیا) تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اُس کو واپس لائیں گے۔ رَجُلٌ اور رِجَالٌ دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ وآخرین منھم۔۔۔ حدیث نمبر 4897)

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ تو بعد کا ہے لیکن اس سے پہلے بھی آپؑ اسلام کی خدمت پر کمر بستہ تھے۔ اور جب آپؑ کو الہام الٰہی کے تحت صدی کا مجدد ہونے کا علم ہوا تو آپؑ نے ایک اشتہار انگریزی اور اردو میں شائع فرمایا اور اعلان فرمایا کہ مجھے خدا

تعالیٰ نے اس صدی کا مجدد مقرر فرمایا ہے اور میں اس کام پر مامور کیا گیا ہوں کہ مَیں اسلام کی صداقت تمام دوسرے دینوں پر ثابت کروں اور دنیا کو دکھاؤں کہ زندہ مذہب، زندہ کتاب اور زندہ رسول اب اسلام اور قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے اندر روحانی طور پر مسیح ابن مریم کے کمالات ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور آپ نے تمام دنیا کے مذاہب کو دعوت دی اور چیلنج کیا کہ وہ آپ کے سامنے آکر اسلام کی صداقت کا بیشک امتحان لے لیں۔ اور اب اسلام ہی ہے جو روحانی امراض سے شفا کا ذریعہ بن سکتا ہے، نہ کہ کوئی اور دین۔

اس اعلان نے ہندوستان کے مختلف مذاہب میں ایک زلزلہ سا پیدا کر دیا مگر کسی میں جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کے اعلان کے مطابق اسلام کی صداقت کا تجربہ کرے۔ بڑے بڑے پادری جو اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ جیسے عماد الدین وغیرہ، انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ کسی قسم کے مقابلے کی یا نشان مانگنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایک پادری سوفٹ(Swift) اور لیکھرام وغیرہ جنہوں نے گو بظاہر آمادگی ظاہر کی لیکن بعد کے واقعات نے ان کی آمادگی کو بھی واضح کر دیا کہ یہ صرف دکھاوا تھا۔ اس سب کی تفصیل جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں موجود ہے۔ تاریخ احمدیت میں موجود ہے۔ اس وقت بیان تو نہیں ہوسکتی۔ بہرحال اس دعوت نے جو اسلام کی صداقت کے لئے آپ نے دی تھی اور جو اشتہار آپ نے شائع فرمایا تھا، اس کا ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی یوں ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"یہ عاجز اسی قوتِ ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوتِ اسلام کے لئے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوتِ اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کئے۔ یہاں تک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈسٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا۔ ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات وخطوط روانہ کئے گئے جن سے ایک صندوق پُر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجُز قوتِ ایمانی کے انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ یہ بات خودستائی کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت نمائی کے طور پر ہے تا حق کے طالبوں پر کوئی بات مشتبہ نہ رہے"۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 156۔ حاشیہ)

بہرحال اسلام کی تمام ادیان پر برتری کا کام تو آپ کرتے چلے گئے۔ اور خاص طور پر عیسائیت کے اُمڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اس کے آگے ایک بند باندھ دیا۔ اس دوران آپ کے دل میں دعاؤں کی طرف توجہ دینے کے لئے خاص طور پر چلّہ کاٹنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ تو اس کے لئے آپ نے قادیان سے باہر جا کر چلّہ کاٹنے کا ارادہ کیا۔ تو اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔

چنانچہ آپ نے 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور چلّہ کشی کی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی اور بہت سی بشارات آپ کو دیں۔ چنانچہ جب چلّہ ختم ہوا ☆[1] تو حضور علیہ السلام نے اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار "رسالہ سراجِ منیر برنشانہائے ربِّ قدیر" کے نام سے تحریر فرمایا، جو اخبار ریاضِ ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ:

"ان ہرسہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی" (یعنی تفصیل سے بعد میں رسالہ میں درج ہوں گی) "پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔ آج 20 فروری 1886ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاوّل ہے برعایت ایجاز واختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے" (کہ مختصر طور پر میں نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں) "اور مفصل رسالہ میں درج ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ" فرماتے ہیں کہ "پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّوجلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّشانہٗ وعزّاسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا"۔ آپؑ نے لکھا کہ "(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر

سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ کَانَ اَمْرًا مَقْضِیًّا''۔ (اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 95،96 مطبوعہ ربوہ)

فرماتے ہیں: ''پھر خدائے کریم جَلَّ شَانُہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی'' (یا دوسری جو شاخ تھی) ''اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے، عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا اُنہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیائے بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے)۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تُو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل واحسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کرسکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے''۔

(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 97-96 مطبوعہ ربوہ)

آپؑ نے ضمیمہ اخبار ریاضِ ہند میں یہ اشتہار دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس چلّہ کشی کے نتیجہ میں آپ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں یہ اُن کا کچھ ذکر ہے۔ اور اس میں ایک بیٹے کی بشارت بھی دی گئی جس کی مختلف خصوصیات ہیں، جس کا تفصیلی جائزہ لیں تو یہ باون خصوصیات بنتی ہیں۔ بلکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے اٹھاون بھی بیان فرمائی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آئے گا تو اُس کی اولاد ہوگی جیسا کہ میں نے ابھی پڑھ کے سنایا۔ اب اولاد تو اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟ آنحضرت ﷺ نے اگر پیشگوئی فرمائی تھی تو یقیناً کسی اہم بات کی اور وہ یہی بات تھی کہ اُس کی اولاد ہوگی اور وہ ایسی خصوصیات کی حامل ہوگی جو دین کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو توحید کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو آنحضرت ﷺ کے مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کا باعث بنے گی۔

اب اس پیشگوئی کے مطابق جس سال میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ پیدا ہوئے ہیں یعنی 1889ء میں، اسی سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت بھی لی۔ اُسی سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ بیعت بھی لے لو۔ اور یوں اس سال میں باقاعدہ طور پر اُس جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس نے اسلام کی تبلیغ کا کام بھی کرنا تھا، اپنی حالتوں کو بھی سنوارنا تھا اور مسیح و مہدی کی بیعت میں آ کر آنحضرتؐ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا بننا تھا اور آپ کے جماعت قائم کرنے کا یہی مقصد تھا۔

بہرحال اب میں دوبارہ اُن نشانوں کی طرف آتا ہوں جو مصلح موعودؓ کے نشان کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یا وہ خصوصیات یا علامات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اس موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔ وہ بیٹا جس کے ذریعے دنیا میں دین کی تبلیغ ہوگی اور دنیا میں اصلاح کا کام ہوگا حضرت مصلح موعودؓ نے جس سال خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے مصلح موعودؓ ہونے کا اعلان فرمایا ہے، اُسی سال کے جلسہ سالانہ میں تقریر فرماتے ہوئے یہ باون علامات بیان فرمائی تھیں جن کا میں مختصر آپ کے الفاظ میں ہی ذکر کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''چنانچہ اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہوگا۔ دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہوگا۔ تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہوگا۔ چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہوگا۔ پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہوگا۔ چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ شکوہ ہوگا۔ ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ عظمت ہوگا۔ آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ صاحبِ دولت ہوگا۔ نویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہوگا۔ دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ گیارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہوگا۔ بارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت

اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہو گا۔ تیرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہو گا۔ چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہو گا۔ پندرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہو گا۔ سولہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ سترھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اٹھارویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ انیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہو گا۔ بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزند دلبند ہو گا۔ اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہو گا۔ بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاوّل ہو گا۔ تیئسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ مَظْهَرُ الْآخِر ہو گا۔ چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْحَق ہو گا۔ پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْعَلاء ہو گا۔ چھبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا مصداق ہو گا۔ ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک ہو گا۔ اٹھائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ انتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہو گا۔ اور تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہو گا۔ اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا۔ بتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ پینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ سینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہو گا۔ انتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دور سے آنے والا ہو گا۔ چالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخر رسل ہو گا۔ اکتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسف کی طرح اس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔ چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہو گا۔ پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہو گا۔ چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالم کباب ہو گا۔ سینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہو گا۔ اڑتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہو گا۔ انچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے وہ کلمۃ اللہ خان ہو گا۔ پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہو گا۔ اکیاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہو گا اور باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر ثانی ہو گا۔''

(الموعود۔ انوار العلوم جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 562 تا 565 مطبوعہ ربوہ)

تو یہ علامتیں ہیں جن میں سے ہر ایک علامت جو ہے وہ ایک علیحدہ تقریر کا موضوع بن سکتا ہے، جس کا اس وقت وقت نہیں۔ بہر حال یہ علامتیں تھیں۔ اگر ہم حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کا جائزہ لیں اور اُس کا مطالعہ کریں، آپ کے باون سالہ دورِ خلافت کو دیکھیں تو ہر علامت جو ہے آپ میں نظر آتی ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا جیسا کہ میں نے کہا وقت نہیں ہے۔ بعض باتوں کا تذکرہ میں آگے کروں گا اور یہ تفصیل جو ہے جماعتی لٹریچر میں موجود بھی ہے۔

یہاں یہ بھی بتادوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی شائع فرمائی تو اُس وقت پنڈت لیکھرام نے نہایت گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے ہر پیشگوئی کے مقابلے پر اپنی دریدہ دہنی اور اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کیا۔ پنڈت لیکھرام کی اخلاقی حالت اور پیشگوئی پر اس کی جو غیظ وغضب کی حالت تھی اُس کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ اس کو سارا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ ایک دو مثالیں دے دیتا ہوں۔

پنڈت لیکھرام نے 18 مارچ 1886ء کو نہایت گستاخانہ لب ولہجے میں ایک مفتریانہ اشتہار شائع کیا جس میں حرف بحرف خدا تعالیٰ کے حکم سے لکھنے کا ادّعا کر کے جواب دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ مَیں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا تو وہ لکھتا ہے کہ ''آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی'' (زیادہ سے زیادہ تین سال تک شہرت رہے گی)۔ ''نیز کہا کہ اگر کوئی لڑکا پیدا بھی ہوا تو وہ آپ کی پیشگوئی میں بیان شدہ صفات سے برعکس رحمت کا نشان نہیں، زحمت کا نشان ثابت ہو گا۔ وہ مصلح موعودؓ نہیں ہو گا مفسد موعود ہو گا۔'' (نعوذ باللہ)

چنانچہ اس بد زبان نے پسرِ موعود سے متعلق پیشگوئی کی ایک ایک صفت کو اپنے تجویز کردہ الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر پوری بے حجابی سے لکھا (اور یہاں تک لکھ دیا کہ) ''خدا کہتا ہے کہ جھوٹوں کا جھوٹا ہے۔ مَیں نے کبھی اس کی دعا نہیں سنی اور نہ قبول کی''۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 280 مطبوعہ ربوہ) اور پھر جب اس کا انجام ہوا وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے۔

اس قسم کی دریدہ دہنی اور مفتریانہ باتوں سے اس کا اشتہار بھرا پڑا ہے۔ یہ تو ہندو تھا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیلنج دیا تھا۔ اسی طرح کچھ عیسائی پادریوں نے بھی جو اسلام کے مخالف تھے، اس قسم کی باتیں کیں۔ لیکن بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا۔ ان لوگوں کی باتوں کو سن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اُس میں آپ نے اس موعود بیٹے کی پیشگوئی کی عظمت کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤوف ورحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صد ہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتمّ ہے کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے..... اس جگہ

بفضلہ تعالیٰ واحسانہٖ و ببرکتِ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟"۔ (اشتہار واجب الاظہار 22 مارچ 1886ء مجموعہ اشتہارات۔ جلد اوّل صفحہ 99 تا 100 مطبوعہ ربوہ۔ صفحہ 114-115 مطبوعہ لندن)

بہر حال یہ پُرشوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اُس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کئے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے، مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآنِ کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا، مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اُس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی اپنے اس بیٹے کو جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھا، مصلح موعودؓ ہی سمجھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوا ہے ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ بار بار سُنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں۔ اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں"۔ (الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء جلد 42 شمارہ 31 تا 40 صفحہ 80 کالم نمبر 3)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس وقت تک اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہرایا جب تک خدا تعالیٰ نے آپ کو بتا نہیں دیا۔ یہ ایک لمبی رؤیا ہے جس کے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ اس میں کشف اور الہام کا بھی حصہ ہے (جو آپ نے دیکھی تھی) اُس کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ: "مَیں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے"۔ (دعویٰ مصلح موعودؓ کے متعلق پُرشوکت اعلان۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 161 مطبوعہ ربوہ)

اور آپ نے یہ رؤیا دیکھ کے 1944ء میں بیان کیا۔

اب میں بعض غیر از جماعت احباب جو ہیں اُن کی آپ کے بارے میں کچھ شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

"ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خان صاحب فاروقی نے قیامِ پاکستان سے قبل "اظہارِ حق" کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ ناقل) اطلاع ملتی ہے کہ "مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعے سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے"۔ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو (وہ آگے لکھتے ہیں) کہ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اُس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے) انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی۔ بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُس وقت اکثریت نے حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے"۔ (یہ غیر از جماعت لکھ رہے ہیں)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ "خود مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نور الدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی" (یہ انہوں نے بیان دیا)۔

("اظہار الحق"، صفحہ 16،17 مطبوعہ نذیر پرنٹنگ پریس امرتسر باہتمام سید مسلم حسن صاحب زیدی۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 286، 287 مطبوعہ ربوہ)

پھر ہندوستان کے غیر مسلم سکھ صحافی ارجن سنگھ ایڈیٹر "رنگین"، امرتسر نے تسلیم کیا کہ مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی۔ (اُس نے شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھے ہیں) کہ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(یہ شعر) لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ پیشگوئی بیشک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ 1901ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی

قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اُس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا، ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ میرزا صاحب نے ایک دعویٰ کرکے گدی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپ کو یہ گمان ہوسکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا، لیکن یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ ضرور مرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا میرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے''۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ ''چنانچہ اس موقعہ پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے لیکن اکثریت نے میرزا بشیرالدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے''۔

لکھتے ہیں ''اب سوال یہ ہے کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ جس وقت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے، اُس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقع ایسا ثابت ہوا ہے کہ اُس نے ایک عالم میں تغیر پیدا کر دیا ہے''۔

(رسالہ ''خلیفہ قادیان''، طبع اوّل صفحہ 7-8۔ از ارجن سنگھ ایڈیٹر ''رنگین'' امرتسر بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 287-288 مطبوعہ ربوہ)

پسر موعود سے متعلق وعدہ الٰہی تھا کہ ''وہ اولوالعزم ہوگا'' اور یہ کہ ''وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا''۔ چنانچہ ہندوستان کے نامور صحافی خواجہ حسن نظامی دہلوی (1878-1955) اپنی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں اُن کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کرکے اپنی مغلئی جواں مردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کار فرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں، یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں''۔ (اخبار ''عادل'' دہلی۔ 24 اپریل 1933ء بحوالہ خالد نومبر 1955ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 288 مطبوعہ ربوہ)

پھر پسرِ موعود کے متعلق ایک اہم خبر یہ دی گئی تھی کہ ''وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا''۔ یہ پیشگوئی جس حیرت انگیز رنگ میں پوری ہوئی اُس نے انسانی عقل کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور تحریکِ آزادی کشمیر اس پر شاہدِ ناطق ہے کیونکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کا سہرا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سر ہے۔ یہ مشہور کمیٹی حضور کی تحریک اور ہندو پاکستان کے بڑے بڑے مسلم زعماء مثلاً سر ذوالفقار علی خان، علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی دہلوی، سید حبیب مدیر اخبار سیاست وغیرہ کے مشوروں سے 25 جولائی 1931ء کو شملہ میں قائم ہوئی۔ اور اس کی صدارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو سونپی گئی تھی اور آپ کی کامیاب قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ کشمیر جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، ایک نہایت قلیل عرصے میں آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ اُن کے سیاسی اور معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تقریر و تحریر کی آزادی کے ساتھ انہیں اس میں مناسب نمائندگی ملی، جس پر مسلم پریس نے حضرت مصلح موعودؓ کے شاندار کارناموں کا اقرار کرتے اور آپ کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

''جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اُس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اُس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّتِ مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا''۔

(سرگزشت صفحہ 293 از عبدالمجید سالک۔ اخبار ''سیاست'' 18 مئی 1933ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 289 مطبوعہ ربوہ)

عبدالمجید سالک صاحب تحریکِ آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''شیخ محمد عبداللہ (شیرِ کشمیر) اور دوسرے کارکنانِ کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور اُن کے بعض کارپردازوں کے ساتھ...... اعلانیہ روابط رکھتے تھے۔ اور ان روابط ...... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریکِ کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنانِ کشمیر طبعاً اُن کے ممنون تھے''۔ (''ذکر اقبال'' از عبدالمجید سالک صفحہ 188 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 289 مطبوعہ ربوہ)

علامہ نیاز فتح پوری صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی مشہور تفسیر کبیر کا جب مطالعہ کیا تو آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ:

''تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحّرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کرکے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہوگیا آپ نے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے، اُس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے''۔ (یہ 1963ء میں لکھا ہے)

(الفضل 17 نومبر 1963ء صفحہ 3 بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 324-325)

مولانا عبدالماجد دریابادی جو خود بھی مفسر قرآن تھے اور ''صدقِ جدید'' کے مدیر تھے۔ حضورؓ کی وفات پر انہوں نے لکھا کہ:

''قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، اُن کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز

مرتبہ ہے"۔ (بحوالہ سوانح فضل عمر جلد سوئم صفحہ 168 بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 325)

پس یہ مَیں نے پیشگوئی کے پس منظر کا، پیشگوئی کا اور اس کا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارے میں پورا ہونے کا مختصر بیان کیا ہے۔

آپ کے علمی کارنامے ایسے ہیں جو دنیا کو نیا انداز دینے والے ہیں جس کا دنیا نے اقرار کیا، جس کے چند نمونے میں نے پیش کئے ہیں۔ معاشی، اقتصادی، سیاسی، دینی، روحانی سب پہلوؤں پر آپ نے جب بھی قلم اٹھایا ہے یا تقریر کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، یا مشوروں سے امتِ مسلمہ یا دنیا کی رہنمائی فرمائی تو کوئی بھی آپ کے تبحرِ علمی اور فراست اور ذہانت اور روحانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ مصلح موعودؓ تھے، دنیا کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا، جس میں روحانی، اخلاقی اور ہر طرح کی اصلاح شامل تھی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آپ کا باون سالہ دورِ خلافت تھا اور آپ نے خطباتِ جمعہ کے علاوہ بے شمار کتب بھی تحریر فرمائی ہیں۔ تقاریر بھی فرمائیں، جن کو جب تحریر میں لایا گیا یا لایا جا رہا ہے تو ایک عظیم علمی اور روحانی خزانہ بن گیا ہے اور بن رہا ہے۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن جو آپ کی وفات کے بعد قائم کی گئی تھی، خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے قائم فرمائی تھی۔ وہ آپ کا سب مواد جو ہے کتب کی صورت میں شائع کر رہی ہے اور آج تک اس پر کام ہو رہا ہے۔ اب تک خطبات کے علاوہ اکیس جلدیں آچکی ہیں جو انوار العلوم کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ ہر جلد جو ہے کم از کم چھ سو، سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔

فضلِ عمر فاؤنڈیشن کو بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مَیں کہتا ہوں کہ اپنے کام میں تیزی پیدا کریں۔ ان کو اشاعت کے اس کام کو جو وہ اردو میں اکٹھا جمع کر رہے ہیں، جلد از جلد ختم کرنا چاہئے، پھر اس کا ترجمہ بھی مختلف زبانوں میں شائع کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام زبانوں کو چند زبانوں میں جمع کر کے ہمارے لئے کام آسان کر دیا ہے۔ بے شمار زبانیں ہیں لیکن چند مشہور زبانوں نے تقریباً دنیا پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپ کی مراد تھی کہ اردو عربی کے علاوہ انگلش، جرمن اور فرنچ زبانیں جو ہیں وہ مختلف علاقوں میں تقریباً دنیا میں اکثر بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ تو اگر ان میں ترجمہ ہو جائے تو نوّے فیصد آبادی تک ہمارا پیغام پہنچ سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بعض کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے، لیکن ابھی بہت سی کتب ایسی ہیں جن کا دنیا کی علمی، روحانی پیاس بجھانے کے لئے دنیا تک پہنچنا ضروری ہے۔ ابھی تک تو یہ ترجمہ جو ہے وہ دوسرے ادارے کر رہے ہیں، فضلِ عمر فاؤنڈیشن نہیں کر رہی۔ لیکن اصل کام تو یہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کا ہے۔ اگر پہلے نہیں بھی تھا تو مَیں اب ان کو اس طرف توجہ کرواتا ہوں۔ کیونکہ جماعت کے دوسرے ادارے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی طرف پہلے توجہ کریں گے اور کر رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ جس حد تک ممکن ہوتا ہے حضرت مصلح موعودؓ کی کتب بھی ترجمہ ہو رہی ہیں اور جماعتی لٹریچر بھی ترجمہ ہو رہا ہے۔ بہر حال فضلِ عمر فاؤنڈیشن کو بھی اپنے کام میں وسعت پیدا کرنی چاہئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ان کتابوں کے ترجمے نہ ہونے کی وجہ سے، بعض لوگوں نے سرقہ بھی کر لیا۔ آپ کی کتب لے کے نقل کر لیں۔ اپنے نام سے ترجمہ کر کے شائع کر دیں۔ چنانچہ ابھی مجھے عربی ڈیسک کے ہمارے ایک مربی صاحب نے بتایا کہ منہاج الطالبین جو حضرت مصلح موعودؓ کی ایک ایسی کتاب ہے جو اخلاقیات اور تربیت پر ایک معرکہ آراء کتاب ہے، اس سے مواد لے کر ایک صاحب نے اس کو عربی میں اپنی کاوش کے نام سے شائع کر دیا جن کو اردو بھی آتی تھی۔ جبکہ اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ "مَیں نے اس مضمون پر غور کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا جدید مضمون میری سمجھ میں آیا ہے جس نے اخلاق کے مسئلے کی کایا پلٹ دی ہے"۔

(منہاج الطالبین انوار العلوم جلد 9 صفحہ 179 مطبوعہ ربوہ)

پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعودؓ عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعودؓ کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 11 مارچ 2011ء جلد 18 شمارہ 10 خطبہ جمعہ 18/ فروری 2011ء)

☆[1] اس بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے بعد حسب ذیل وضاحت فرمائی جو آپ کی ہدایت پر یہاں درج کی جا رہی ہے آپ نے فرمایا کہ: "گویا چالیس دن پورے نہیں اغلباً اس دوران یہ اشتہار دیا ہے بہر حال یہ حوالہ تاریخ احمدیت کے مطابق دیا گیا ہے"۔

از قلم حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہؓ صاحبہ

سیدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ
کے
اوصاف کریمانہ

کتاب "گلہائے محبت" سے چند حسین یادیں

"ہر بڑے انسان کی سیرت کچھ اوصاف اور فضائل اپنے اندر رکھتی ہے لیکن دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پیدا ہوتے ہیں جو قوموں کی تقدیریں بدلنے کے لئے آتے ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نمونہ بنا کر بھجواتا ہے، تا اس کی تقلید میں قوم میں بھی وہی اعلیٰ عادات اور فضائل پیدا ہوں۔حضرت فضل عمرؓ بھی ایسے وجودوں میں سے ایک تھے جن کی زندگی کا ہر لحہ بے نفسی کے ساتھ یادِ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت میں گزرا۔آپ کی زندگی کا ہر ہر واقعہ ایسا ہے جس پر مضامین لکھے جا سکتے ہیں اور سینکڑوں مضامین اس وقت تک لکھے بھی جا چکے ہیں۔لیکن ایک سال گزرنے پر بھی اب تک میرا یہ حال ہے کہ جب آپ کی سیرت کے متعلق کچھ لکھنے لگتی ہوں تو آنکھیں دُھندلی اور دماغ ماؤف ہونے لگتا ہے، قلم لڑکھڑانے لگتا ہے اور ایک حد تک سوچنے کے بعد دل اور دماغ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں"۔

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تا وہ اس کا سچا عبد بنے۔لوگ عبادت کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں مگر ہر انسان کا نماز اور عبادت کا رنگ علیحدہ ہوتا ہے۔نماز وہ نہیں کہ دوسروں کے سامنے تو لمبے سجدے کر لئے لیکن علیحدہ جلدی جلدی پڑھ لی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب نماز پڑھاتے تو عموماً جلدی ختم کروا دیتے تھے کہ پیچھے نماز پڑھنے والوں میں بوڑھے اور کمزور بھی شامل ہوتے ہیں۔ بیماری کے باعث کبھی خود نماز کو نہ جا سکتے تو نماز یا خطبہ دینے والے کو بھی حضورؓ کا یہی ارشاد ہوا کرتا تھا کہ چھوٹا خطبہ دیں اور نماز بہت لمبی نہ پڑھائیں۔لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپ کو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔مَیں نے آپ کو اس طرح روتے کہ پاس بیٹھنے والا آواز سنے بہت کم دیکھا ہے لیکن آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے۔چہرہ کے جذبات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں اور اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ اور بڑے سے بڑا واقعہ بھی آپ کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سے ہٹا نہیں سکے گا۔ تہجد کی نماز بعض دفعہ اتنی لمبی ہو جاتی کہ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اتنا لمبا وقت آپ کھڑے کس طرح رہتے ہیں۔مَیں نے سجدہ کی نسبت قیام میں آپ کو زیادہ دعائیں کرتے دیکھا ہے۔بعض دفعہ ایک ایک رکعت میں ڈیڑھ دو گھنٹے کھڑے رہتے ہیں۔تہجد میں آپ کا عموماً یہ طریق تھا کہ ایسے وقت میں تہجد پڑھتے کہ تہجد کی نماز ختم ہونے اور صبح کی نماز میں خاصا وقت ہوتا۔تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے اور تھوڑا سا سو بھی لیتے اور پھر اُٹھ کر صبح کی نماز پڑھتے۔

نماز باجماعت کا اتنا خیال تھا کہ جب بیمار ہوتے اور مسجد نہ جا سکتے تو گھر ہی میں اپنے ساتھ عموماً مجھے کھڑا کر لیا کرتے اور جماعت سے نماز پڑھا دیتے تا کہ نماز باجماعت کی ادائیگی ہو جائے۔سوائے گزشتہ چند سال کی بیماری کے کہ بالکل صاحب فراش ہو گئے تھے اور لیٹے لیٹے یا کرسی پر نماز پڑھتے تھے۔

ذکر الٰہی کرنے کی اتنی عادت تھی کہ رات کو سوتے ہوئے جب کروٹ بدلتے اور ہلکی سی آنکھ کھلتی تو ہمیشہ مَیں نے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کہتے ہوئے سنا ہے۔جمعہ کے دن خاص اہتمام فرماتے تھے۔باقاعدگی سے نہانا، خوشبو لگانا، اچھی اور نفیس خوشبو بہت پسند تھی۔ناک کی حس اتنی تیز تھی کہ معمولی سی بُو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور بہت تیز خوشبو سے نزلہ یا سر درد ہو جاتا تھا۔خوشبو سونگھتے ہی بتا دیتے تھے کہ کس قسم کی خوشبو ہے۔مجھے یاد ہے قادیان میں ایک انگریز حضور سے ملنے آیا وہ خوشبوؤں اور عطریات کا خاص ماہر تھا۔اسے اس سلسلہ میں اتنا بڑا دعویٰ تھا کہ اس نے اپنی ناک کئی ہزار پونڈ میں بیمہ کروائی ہوئی تھی۔اس نے آ کر بعض خوشبوئیں حضور کو سنگھائیں۔آپ نے جب ایک ایک کر کے اجزاء بتانے شروع کر دیئے تو اُسے بڑی حیرت ہوئی کہ مذہبی رہنما کو خوشبوؤں کے متعلق اتنا وسیع علم کیسے ہو گیا۔کہنے لگا میں تو اس علم کا ماہر ہوں لیکن آپ کو مجھ سے بھی زیادہ علم ہے۔بعض باتیں آپ نے مجھے ایسی بتائیں ہیں جو مجھے بھی معلوم نہ تھیں۔

جمعہ کے دن صرف غسل کرنے یا کپڑے بدلنے کا ہی

اہتمام نہ فرماتے بلکہ کھانے وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا کرتے تھے مسلمانوں کے لئے یہ عید کا دن ہے۔ دوسرے دنوں سے ہمیں اچھا کھانا کھانا چاہیے تا خوشی کا اظہار ہو۔ جب تحریک جدید جاری فرمائی تو آپ نے اپنے گھر میں بھی بڑی سختی فرمائی کہ ایک سے زائد کھانا نہ ہوا کرے۔ کبھی آپ کے خیال سے ہی ہم نے ایک سے زائد کھانا پکا لینا تو آپ نے ناراض ہونا کہ میں کبھی ایک سے زائد کھانا نہیں کھاؤں گا سوائے دعوت کے۔ لیکن جمعہ کا دن ہے آج بے شک ایک آدھ زائد چیز تیار کرلیا کرو۔

یوں تو قرآن مجید کی تلاوت جیسا کہ پچھلے مضمون میں مَیں بیان کر چکی ہوں۔ آپ کثرت سے فرماتے تھے اور عموماً زبانی بھی قرآنی دعائیں اور آیات بلند آواز سے پڑھتے رہتے تھے لیکن سب سے زیادہ اور بارہا جو آیات گھر میں ٹہلتے ہوئے سفر میں موٹر میں یا ریل میں ہزاروں مرتبہ آپ کو بار بار پڑھتے سنی ہیں وہ یہ آیات ہیں:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَہٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ٭ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ۝ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۝

(آل عمران 195-191)

سفر کو جاتے ہوئے آپ کا قادیان تک یہ طریق رہا کہ جب کبھی باہر جانا ہوتا تو جانے والے دن بہشتی مقبرہ ضرور تشریف لے جاتے اور جانے سے تھوڑی دیر قبل بیت الدعا میں جا کر دو نفل پڑھ کر سب سے مل کر سب سے آخر میں حضرت اُمّ المومنینؓ سے مل کر روانہ ہوتے۔ موٹر یا گاڑی میں بیٹھتے ہی دعائیں پڑھنی شروع کر دیتے۔ جہاں جانا ہوتا، شہر کے نظر آتے ہی آپ ہمیشہ یہ مسنون دعا شروع کر دیتے اور اکثر بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ
وَمَا اَظۡلَلۡنَ وَرَبَّ الۡاَرَضِیۡنَ السَّبۡعِ

جب قادیان واپسی ہوتی تب آپ گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت اُمّ المومنین سے ملتے پھر بیت الدعا میں نفل پڑھتے۔ قادیان سے ہجرت کے بعد بھی، بیت الدعا تو نہ تھی لیکن سفر پر جاتے ہوئے گھر میں یہ دو نفل پڑھ کر روانہ ہوتے تھے۔ مجھے کبھی آپ کا سفر یاد نہیں کہ آپ یونہی روانہ ہوئے ہوں۔ حضرت اُمّ المومنین کی وفات کے بعد اکثر مجھے یاد ہے کہ لاہور وغیرہ جاتے ہوئے راستہ میں بہشتی مقبرہ ربوہ میں ٹھہر کر دعا فرما کر روانہ ہوا کرتے تھے۔

طبیعت بے حد سادہ تھی۔ نمائش سے گھبراتے تھے لیکن سادگی کے ساتھ طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی۔ کھانے پینے لباس ہر چیز میں نفاست پسند تھی۔ گندگی سے نفرت تھی ہم سب کو یہی تلقین تھی کہ سادہ رہو لیکن صاف ستھرے رہو اور لباس سے خوش ذوقی کا اظہار ہو۔ کھانا سادہ پسند کرتے تھے مگر اچھا پکا ہو۔ کھانا اکیلے بالکل نہیں کھا سکتے تھے۔ کام کی وجہ سے خواہ کتنی دیر ہو جائے جس بیوی کے گھر حضورؓ کی باری ہوتی تھی وہ اور بچے آپ جب تک فارغ ہو کر نہ آجائیں حضورؓ کا انتظار کرتے رہتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے۔ تربیت کی غرض سے خود فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کو خود ساتھ بٹھایا کرو۔ یہی تو وقت ہوتا ہے جس میں بچوں کی عادات اور اخلاق کا مَیں مطالعہ کرتا ہوں۔ میری بچی امۃ المتین چھوٹی سی تھی۔ ہم کھانا کھا رہے تھے آپ نے اُسے مخاطب ہو کر فرمایا متین دیکھو۔ تمہاری امی سے مجھے ہر قسم کی بات کرنی پڑتی ہے۔ سلسلہ کے معاملات بھی ہوتے ہیں تم بھی موجود ہوتی ہو۔ کبھی ایسا نہ کرنا کہ کوئی بات سنو تو آگے کر دو۔ اس طرح کھانے کے موقع پر ہی عموماً بچوں کی تربیت کا موقع ملتا تھا۔

اولاد سے باوجود انتہائی محبت کے کوئی ایسی بات ملاحظہ فرماتے جس میں احمدیت کے لئے غیرت کا سوال ہوتا تو بے حد ناراض ہوتے۔ ایک بچی کی شادی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گھر کے سب بچے بچیوں کی شادیاں بہت ہی سادگی سے ہوئیں کبھی کوئی رسم وغیرہ نہیں ہوئی۔ اُس نے سہیلیوں سے سنا کہ سہرا بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو باندھتے ہیں۔ سہرا منگوا لیا۔ حضورؓ کو پتہ لگا۔ ناراض ہوئے کہ ہم نے تو دنیا کے لئے نمونہ بنانا ہے اور رسوم اور بدعتوں کو مٹانا ہے ابھی سہرا میرے پاس لاؤ۔ آپ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ کہنے لگے میں ابھی جلاؤں گا تا ہمارے گھر میں آئندہ سبق حاصل ہو کہ رسم نہیں ہوگی۔ آپ سہرا پکڑے ہوئے باورچی خانہ کی طرف جا رہے تھے کہ چولہے میں ڈال دیں۔ راستہ میں صحن میں حضرت اُم المومنینؓ بیٹھی تھیں آپ نے دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ آپ نے سارا واقعہ بتا دیا۔ حضرت اُم المومنینؓ فرمانے لگیں۔ ”میاں شادی کا سامان تو سہاگ کی نشانی ہوتا ہے۔ جلاؤ نہ پھینک دو“۔ آپ نے اس پر جلایا تو نہیں مگر قینچی منگوا کر ذرّہ ذرّہ کر کے کوڑے کے پیپا میں ڈال دیا۔ اس واقعہ میں دو بڑے سبق ہیں ایک تو یہ کہ سہرا صرف گھر میں آیا تھا لگایا نہیں گیا تھا لیکن آپ نے اس غرض سے کہ جماعت اور خاندان کی تربیت ہو وہ رسوم چھوڑیں اس کو جلانے کا ارادہ کر لیا اور دوسری طرف حضرت اُمّ المومنینؓ کا کتنا احترام تھا کہ جب آپ نے جلانے سے منع فرمایا تو آپ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔

لیکن افسوس ہے کہ اب بھی ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے خاندان ہیں جن میں شادیوں پر بڑی رسوم ہوتی ہیں۔ خاص طور پر سسرال کو جوڑے دینے، لڑکی والوں سے ان کی حیثیت سے زیادہ کے مطالبہ کرنے جن کے متعلق کئی بار حضرت مصلح موعودؓ نے شوریٰ میں منع فرمایا اور غریب گھرانے نمود و نمائش کی خاطر مالی بحران میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کاش ہماری جماعت کے لوگ حضرت مصلح موعودؓ کا نمونہ دیکھیں اور آپ کی نصائح اور نمونہ پر عمل کرتے ہوئے رسوم کو چھوڑیں۔ جن رسوم کو دور کرنے اور بدعتوں سے پاک کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تھے۔

(ماہنامہ مصباح جنوری 1967ء)

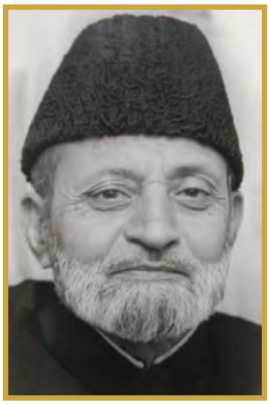

وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا

مکرم مسعود احمد خان دہلوی صاحب مرحوم

طویل عرصہ تک اخبار الفضل ربوہ کے مدیر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پانے والے سلسلہ کے جید عالم اور بزرگ محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی مرحوم نے جماعت احمدیہ کے خلاف ہونے والے فسادات 1953ء کے واقعات اپنی خودنوشت ''سفرحیات'' میں تحریر فرمائے ہیں۔ اسی ضمن میں فسادات کی تحقیقات کرنے والے منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے حوالہ سے ایک ایمان افروز واقعہ بیان کیا ہے جو حضرت مصلح موعودؓ کے سخت ذہین وفہیم ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آپ تحریر کرتے ہیں:

''جب فسادات پنجاب 1953ء کی تحقیقاتی عدالت نے اپریل 1954ء کے اوائل میں اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کی تو جناب سرفراز صاحب ڈائریکٹر تعلقات عامہ حکومت پنجاب نے اس کی طباعت کے بعد ایک روز 9:00 بجے صبح چیدہ چیدہ اخبارات (جن میں روزنامہ الفضل بھی شامل تھا) کے حکومت کے منظور شدہ رپورٹروں کو اپنے دفتر میں بلا کر

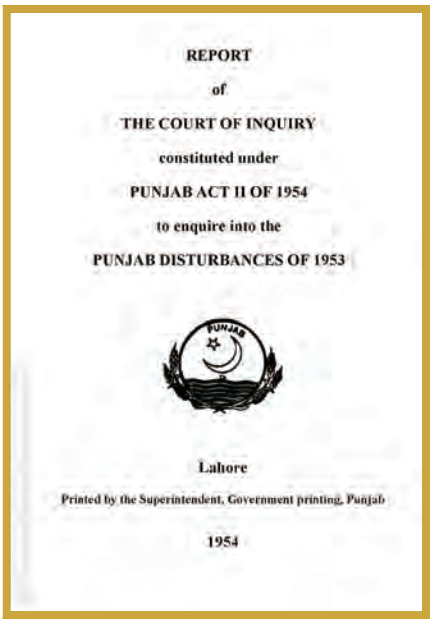

REPORT

of

THE COURT OF INQUIRY

constituted under

PUNJAB ACT II OF 1954

to enquire into the

PUNJAB DISTURBANCES OF 1953

PUNJAB

Lahore

Printed by the Superintendent, Government printing, Punjab

1954

بڑے سائز کے 387 صفحات پر مشتمل مطبوعہ رپورٹ کی ایک ایک پروف کاپی ہر رپورٹر کو دی اور فرمایا اصل مطبوعہ نسخے تو مارکیٹ میں دو ہفتہ بعد آئیں گے یہ پیشگی کاپی آپ صاحبان کو اس لئے دی جارہی ہے کہ آپ ایک عدالتی دستاویز کی حیثیت سے اس کا بغور مطالعہ کریں اور اس کے مطبوعہ نسخہ جات مارکیٹ میں آنے کے بعد اس پر احتیاط سے تبصرہ کریں اور یہ امر ذہن میں بہرطور مستحضر رکھیں کہ یہ کوئی عام رپورٹ نہیں بلکہ ایک عدالتی دستاویز ہے اور اس پر تبصرہ خاص سنجیدگی اور احتیاط کا متقاضی ہے۔ الفضل کی طرف سے پروف کاپی میں نے وصول کی۔ وہاں سے چند منٹ میں فارغ ہوتے ہی پہلی بات میرے ذہن میں یہ آئی کہ یہ پروف کاپی اولین فرصت میں سیدنا حضرت المصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش کرنی چاہیئے تا کہ حضورؓ کے علم میں فوری طور پر یہ بات آسکے کہ تحقیقات پر مقرر جج صاحبان (جناب جسٹس محمد منیر اور جناب جسٹس ایم آر کیانی) کس نتیجہ پر پہنچے ہیں اور انہوں نے کس رائے کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ خاکسار نے سیدھا دفتر الفضل آکر محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل کو اپنی اس رائے سے مطلع کیا۔ انہوں نے بھی اس سے اتفاق کیا اور میں اسی وقت رپورٹ لے کر ربوہ روانہ ہوگیا اور ایڈیٹر صاحب محترم سے درخواست کی کہ وہ میرے گھر اطلاع دیدیں کہ میں ایک ضروری کام کے سلسلہ میں ربوہ گیا ہوا ہوں اور اگلے روز واپس آؤں گا۔

چنانچہ میں دوبجے دوپہر کے بعد ربوہ پہنچا۔ حضورؓ ظہر کی نماز پڑھانے اور دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد قیلولہ کے لئے تشریف لے جاچکے تھے۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے اطلاع بھجوانے سے معذوری ظاہر کی۔ میں نے حضورؓ کی خدمت میں ایک رقعہ لکھا اور آنے کی غرض بیان کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں حاضر خدمت ہوکر رپورٹ کی پروف کاپی خود حضورؓ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ رقعہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدرے کم عمر صاحبزادے کے ذریعہ حضورؓ کی خدمت میں بھجوادیا۔ حضورؓ اسی وقت دفتر میں تشریف لے آئے اور اس خاکسار کو طلب فرمایا اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایت فرمائی کہ میاں بشیر احمد صاحب کو اطلاع بھجوائیں کہ وہ فوری طور پر یہاں آکر مجھے ملیں۔ پرائیویٹ سیکرٹری کے پرانے دفتر کی بالائی منزل پر ملاقات کے طویل کمرہ کے داخلہ کے دروازہ کے سامنے مختصر سے برآمدہ میں ایک چھوٹی گول میز رکھی ہوئی تھی اور اس کے گرد تین کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی حضورؓ کی نشست کے لئے مخصوص تھی اس کے سامنے میز کی دوسری جانب دو کرسیاں رکھی تھیں حضورؓ نے ان میں سے ایک کرسی پر مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ تحقیقاتی رپورٹ کے بارہ میں عمومی تاثر سے متعلق مجھ سے سوال دریافت کئے رپورٹ ابھی میں نے پڑھی نہ تھی ابتدائی حصہ اور آخری حصہ پر اچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تشریف لے آئے۔ حضرت میاں صاحب حضورؓ کا ارشاد سن کر جلدی میں تیز تیز قدم اٹھاتے سیدھے چلے آئے معلوم یہ ہوتا تھا کہ آپ ریش مبارک کو اسی وقت خضاب لگانے سے فارغ ہوئے تھے کہ حکم پہنچ گیا اور آپ جلدی میں فوراً ہی آحاضر ہوئے کیونکہ آپ کے ناخنوں پر خضاب کے دھبے لگے ہوئے

تھے۔ حضورؓ نے انہیں اپنے قریب والی جگہ پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا مسعود صاحب فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کی پروف کاپی لائے ہیں اور ہم ابھی اس کا مطالعہ کریں گے۔ اسی غرض سے میں نے آپ کو بلایا ہے۔ یہ فرمانے کے بعد حضورؓ نے کتاب اپنے ہاتھ میں اٹھائی عینک کو ہاتھ سے پکڑ کر اونچا اٹھایا اور اسے ماتھے پر ٹکا لیا۔ اُس وقت حضورؓ کے چہرہ پر عجیب جلالی کیفیت طاری تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کوئی اہم مہم سر کرنے کا عزم کرتے ہوئے اس مہم کا آغاز فرمانے لگے ہیں اور اس مختصر سی مجلس پر جو حضورؓ سمیت صرف تین اشخاص پر مشتمل تھی عجب تصرف الٰہی کی کیفیت چھائی ہوئی ہے۔ اس وقت میں نے نصرت الٰہی کا ایک ایسا منظر دیکھا کہ جو مجھ ایسے عامی کو نہ پہلے کبھی دیکھنے کا موقع ملا تھا اور نہ بعد میں کوئی اور ایسا موقع دیکھنا نصیب ہوا۔ حضورؓ نے باریک انگریزی ٹائپ میں چھپی ہوئی قریباً چار صد صفحات پر مشتمل کتاب کو ہاتھ میں لئے زیر لب کوئی مختصر دعا پڑھی اور دل ہی دل میں کتاب پڑھنی شروع کی لیکن اس انداز سے کہ جو کچھ آنکھوں اور دماغ کے ذریعہ آپ کے قلب مطہر پر مرتسم ہوتا اسے ساتھ کے ساتھ بیان فرماتے چلے جاتے۔ حضورؓ چشم زدن میں صفحہ پر نگاہ ڈالتے جاتے اور اس کے مندرجات بیان فرمانے شروع کر دیتے۔ منٹوں سیکنڈوں میں صفحہ پر صفحہ پلٹتے جاتے تھے اور مندرجات بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنے تنقیدی ریمارکس بھی دیتے جاتے تھے۔ میں حیران تھا کہ صفحہ پر نگاہ ڈالتے ہی حضورؓ کو یکدم اس کے مندرجات کا کیسے علم ہو جاتا ہے اور اس جامعیت کے ساتھ علم ہو جاتا ہے کہ ساتھ کے ساتھ آپ تنقیدی ریمارکس بھی دیتے جاتے ہیں یہ جبھی ممکن ہو سکتا تھا کہ مندرجات کا کوئی حصہ آپ کی نظر میں آنے سے نہ رہ سکے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور یہ خاکسار پوری توجہ سے حضورؓ کے مطالعہ کے معجزانہ انداز کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ تبصرہ کے رنگ میں آپ کے ارشادات سنتے اور ان سے مستفیض ہوتے رہے۔ تصرفات الٰہیہ کی یہ ناقابل بیان کیفیت اور اس کی معجزانہ تاثیرات خود اپنے وجود میں محسوس کرنے کا یہ سلسلہ مسلسل اڑھائی گھنٹہ تک جاری رہا یہاں تک کہ باریک ٹائپ میں چھپی ہوئی قریباً چار سو صفحات کی انگریزی رپورٹ کا حضورؓ کا حیران کُن بالاستیعاب مطالعہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کو ہر صفحہ پر نگاہ ڈالتے ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے مندرجات سے چشم زدن میں مطلع کر دیا جاتا تھا اور آپ اس سے آگاہ ہو کر اس پر تبصرہ بھی فرماتے جاتے تھے۔ درمیان میں عصر کی نماز پڑھانے کے لئے مسجد مبارک تشریف لے جانے کی اطلاع بھی حضورؓ کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے دی گئی۔ حضورؓ نے مطالعہ میں کمال محویت کے عالم میں ہی ارشاد فرمایا شمس صاحب نماز پڑھا دیں اور مطالعہ جاری رکھا۔ جب حضورؓ رپورٹ کے مطالعہ سے فارغ ہوئے تو ابھی دن کا خاصا حصہ باقی تھا اور نماز عصر بآسانی سہولت سے ادا کی جا سکتی تھی۔ حضورؓ نے کھڑے ہو کر رپورٹ کا نسخہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو دیتے اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں نے رپورٹ کا مطالعہ کر لیا ہے۔ آپ، درد صاحب، مولوی محمد دین صاحب ناظر تعلیم اور ملک غلام فرید صاحب چاروں تمام رات اس کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے اس کے مالہ وماعلیہ پر حاوی ہونے کی کوشش کریں۔ اور صبح دس بجے میرے پاس آجائیں اس وقت ہم تفصیل سے غور کریں گے کہ رپورٹ میں کس حد تک صحیح نتائج اخذ کئے گئے ہیں اور کہیں ان سے لغزش ہوئی ہے تو وہ مقامات کونسے ہیں۔ اس کے بعد حضور رضی اللہ عنہ نے مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو طلب فرما کر انہیں ہدایت فرمائی کہ وکیل صاحب اعلیٰ کو لکھا جائے کہ رپورٹ کے مارکیٹ میں آتے ہی فوراً تین سو کاپیاں خرید لی جائیں اور انہیں دنیا بھر کے تمام احمدیہ مشنوں اور اہم جماعتوں میں ارسال کر کے ان کی لائبریریوں میں محفوظ کر دیا جائے۔ مطلوبہ تعداد میں مزید کاپیاں خریدنے کی مَیں بعد میں ہدایت دوں گا۔

یہ ہدایت ملنے پر حضور رضی اللہ عنہ سے میری طویل ترین اعجازی تصرفات الٰہیہ کی آئینہ دار یہ یادگار ملاقات اپنے اختتام کو پہنچی اور میں خدا تعالیٰ کی حمد کرتا اور اس کا شکر بجا لاتا واپس ہوا۔ یہ یادگار ملاقات میری یادوں کے خزانہ کی سب سے قیمتی اور بیش بہا متاع کا درجہ رکھتی ہے۔

(سفر حیات صفحہ 260 تا 264)

ایک معاند کی گواہی

تحریک کشمیر کے ایک راہنما فدائے ملت مولانا سید حبیب صاحب مدیر ''سیاست'' لاہور نے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ایک کتاب لکھی لیکن اسی کتاب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مظلومین کشمیر کے لئے خدمات کا اعتراف کئے بغیر بھی نہ رہ سکے۔ آپ لکھتے ہیں:

''آخری الزام اب تک موجود ہے۔ اور مولوی صاحب پر کیا موقوف ہے۔ ان کے علاوہ مجھ سے دو ایک نہیں، بیسیوں آدمیوں نے بارہا کہا ہے کہ جناب ''سیاست'' قادیانیوں کے خلاف کیوں کچھ نہیں لکھتا ہے اور یہ کہتے ہوئے ان کی مسکراہٹ مجھے بتادیتی تھی کہ ان کا منشا کیا ہے اور وہ مجھے کیا بتانا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی ایک دوست مجھے ایبٹ آباد سے کشمیر جاتے ہوئے ملے۔ وہ گڑھی حبیب اللہ کے بسنے والے ہیں۔ ان کی موٹر تھی اور وہ مجھے 'ڈومیل' تک چھوڑنے جا رہے تھے۔ قبلہ عالم علیپوری کے ایک صاحبزادہ بلند اقبال ہمراہ تھے۔ میں نے دوسروں کی طرح انہیں بھی بتایا کہ مظلومین کشمیر کی مدد کے لئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک کشمیر کمیٹی، دوسری احرار۔ تیسری جماعت نہ کسی نے بنائی، نہ بن سکی۔ احرار پر مجھے اعتبار نہ تھا اور اب دنیا تسلیم کرتی ہے کہ کشمیر کے یتامیٰ، مظلومین اور بیواؤں کے نام سے روپیہ وصول کر کے احرار شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ ان میں سے ایک لیڈر بھی ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ کشمیر کمیٹی نے انہیں دعوت اتحاد عمل دی۔ مگر اس شرط پر کہ کثرت رائے سے کام ہو اور حساب باقاعدہ رکھا جائے انہوں نے دونوں اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہ تھا۔ کہ میں کشمیر کمیٹی کا ساتھ دیتا اور میں بہ بانگ دہل کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی، محنت، ہمت، جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا۔ اور اس کی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں''۔

(تحریک قادیان، حصہ اوّل صفحہ 42)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم الشان برکت

اسیروں کی رَستگاری کا موجب

مرتبہ: سید افتخار احمد، لانگن

پیشگوئی مصلح موعودؓ میں پسرِ موعود کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے سوانح پر نظر ڈالیں تو آپ مختلف زاویوں سے اس پیشگوئی کے اِن الفاظ کا مصداق ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آپ تمام عمر روحانی، جسمانی اور نظریاتی ہر قسم کے اسیروں کی رَستگاری کے لئے کوشاں رہے۔ ابتدائی دورِ خلافت میں وسطی ہندوستان میں چلائی جانے والی شدھی تحریک کے دوران آپ نے مسلمانانِ ہند کو ہندوؤں کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے لئے دن رات ایک کر دیا تو بعد ازاں خلافت عثمانیہ کے لئے چلائی جانے والی تحریک خلافت کے رہنماؤں کو اپنی قیمتی ہدایات سے نواز کر ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب مسلمانانِ ہند نے تحریک آزادی شروع کی تو اس کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے عملی طور پر اس کا حصہ بن کر ایک شاندار کردار ادا کیا کہ انصاف پسند دانشوروں نے یہاں تک اعتراف کیا کہ جماعت احمدیہ کی تحریک پاکستان کے لئے کوششوں کا اعتراف نہ کرنا سخت ناشکرا پن ہوگا۔ فلسطین، لیبیا، اردن، مصر، مراکش اور تیونس کے مسلمانوں کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت وامامت میں کوششیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں، ان ممالک کے سربراہان آج تک ان کے معترف اور قدردان ہیں۔ انہی دنوں حضورؓ نے عربی زبان میں ایک رسالہ الکفر ملّۃ واحدۃ بھی تصنیف فرمایا تھا جس میں ان ممالک کے لئے نہایت زبردست رہنما اصول بیان فرمائے تھے۔ اسی طرح کشمیر کے مسلمانوں کے لئے جس درد، سوز اور تڑپ کے ساتھ جہاد کیا ہے، اسے آج کے تاریخ دان بھلا دیں تو الگ بات ہے، لیکن انصاف پسند مؤرخ اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

ان سب کے علاوہ معاشرہ کا ایک اور بھی طبقہ اسیری کے زمرہ میں آتا ہے جس کی رَستگاری کے لئے بھی حضرت مصلح موعودؓ نے بہت سے اقدامات فرمائے اور اسے معاشرہ میں ایک باوقار مقام دلوایا، معاشرہ کا یہ طبقہ، طبقہ نسواں ہے۔ اس کی اسیری سے رَستگاری تک کی داستان حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہؒ مرحومہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

”1914ء میں آپ جماعت کے امام منتخب ہوئے اور آپ کی اصلاحات کا دور شروع ہوا۔ آپ نے جتنے احسانات دوستوں، دشمنوں، مَردوں، عورتوں اور مُلک پر کئے ایک بہت لمبی داستان ہے۔ آپ کا لمحہ لمحہ مُلک کی بہتری، جماعت کی ترقی میں گزرا۔ یہاں مجھے اس مختصر نوٹ میں صرف عورتوں پر جو احسانات کئے ان کا تذکرہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو صفات آپ کی پیدائش سے بھی پہلے بتائی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ”وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا“۔ اسیر ظاہر طور پر بھی ہوتے ہیں اور ذہنی فکری طور پر بھی۔ اس زمانہ میں عورت بھی اسیر کا درجہ رکھتی تھی وہ آزادی جو مسلمان عورت کو آنحضرت ﷺ نے دی تھی، ہندوؤں کے ساتھ رہ کر وہ ختم ہو چکی تھی۔ تعلیم بے حد کم تھی۔ مُلک اور قوم کی خدمت کا تصور بھی نہ تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے خلیفہ ہوتے ہی لڑکیوں کی تعلیم پر بے حد زور دیا۔ ان کے لئے کالج جاری کیا۔ احمدی جماعت میں تعلیم دینے والی استانیوں کی کمی تھی آپؓ نے مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ جس میں آپ بنفس نفیس تعلیم دیتے رہے اور چند سال کی تعلیم کے بعد وہ اس قابل ہو گئیں کہ سکول میں بچیوں کو تعلیم دے سکیں۔ پہلے پرائمری سکول تھا پھر مڈل ہوا۔ پھر اسے ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا اور جب ہائی سکول سے معقول تعداد بچیوں کی تعلیم پا کر فارغ ہونے لگی تو کالج جاری کیا گیا۔ دنیاوی تعلیم کے پہلو بہ پہلو دینیات کا کالج بھی جاری کیا گیا جس میں چھ سال پڑھ کر لڑکیاں خُوب اچھی طرح دینی تعلیم سے واقف ہو جاتی تھیں۔ تعلیم کے علاوہ آپ نے خطبات، تقاریر کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا کیا، یہ بتاتے ہوئے کہ قومی ذمہ داریاں جس طرح مردوں پر عائد ہوتی ہیں اس طرح عورتوں پر بھی۔ اس مقصد کے لئے 1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ قائم کی تا ایک تنظیم سے منسلک ہو کر وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ شروع میں اس تنظیم کا ممبر بننا عورتوں کی اپنی مرضی پر تھا لیکن 1936ء میں آپ نے سب احمدی مستورات کے لئے لجنہ اماء اللہ کا ممبر بننا لازمی قرار دے دیا۔ حضورؓ کی قیادت میں احمدی خواتین ترقی کرتی چلی گئیں۔ قوم کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ان کے ذمہ کئی چندے لگائے

باقی صفحہ 41 پر

مکرم منصور احمد صاحب، قادیان

بائبل کے زبردست عالم

حضور بائبل کے زبردست عالم تھے۔ بائبل پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔ آپ نے عیسائی پادریوں اور بڑے بڑے عیسائی عالموں اور منّادوں سے بیسیوں مرتبہ گفتگو کی اور کوئی گفتگو بھی ایسی نہ تھی جس میں مدّمقابل آپ سے متاثر نہ ہوا ہو بلکہ اکثر تو گفتگو کے دَوران ہی اسلام اور بانی اسلام اور قرآن مجید کی عظمت کے قائل ہو جاتے اور اسلام کے قریب ہو جاتے اور اسلام سے ان کا نفرت کا جذبہ کافور ہو جاتا بلکہ بعض نے تو پہلی گفتگو میں ہی اسلام قبول کر لینا اپنے لئے باعث فخر سمجھا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

خلافت کے آغاز کی بات ہے کہ ایک عیسائی دوست نے جو قادیان ٹھہر کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مذہبی تبادلہ خیالات کر رہے تھے اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا:

”میرا زمانہ تجربہ 25 سال کا ہے اور اس شخص (حضورؓ) کی عمر 25 سال ہے مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ مسیحی مذہب کا علم ان کو مجھ سے زیادہ ہے۔ مَیں نے بہت وعظ اور تقاریر سنی ہیں مگر یہ حالت نہیں دیکھی یہ تو خداداد قابلیت ہے“۔

(الفضل 21/ مارچ 1915ء)

پھر حضور سے تبادلہ خیالات کے بعد انہوں نے کہا:

”آپ کے سردار حضرت صاحب باوجود اس نوجوانی کے وہ روشن ضمیری رکھتے ہیں کہ مَیں نے کئی مولویوں اور مقرروں کے وعظ سُنے مگر یہ اثر یہ جادو بیانی ان میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مَیں جب آپ کی صحبت میں بیٹھا تو کئی اعتراضات لے کر بیٹھا مگر بغیر اس کے کہ مَیں انہیں زبان پر لاؤں حضرت صاحب نے ایسی تقریر کی کہ وہ خود بخود دُور ہو گئے۔ باوجود عیسائی ہونے کے پیغمبر عرب کی اب مطلقاً نفرت میرے دل میں نہیں بلکہ بہت بڑی عزّت ہو گئی۔ قرآن مجید کو پہلے لغو کتاب سمجھتا تھا اب مَیں اسے اعلیٰ کتاب سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں ایک جنگ شروع ہو گئی ہے مَیں نے جو کچھ حضرت صاحب نے فرمایا سب نوٹ کر لیا ہے اب مَیں اطمینان سے اس پر غور کروں گا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ میرے حق میں دعا کریں گے کہ جو خدا کے نزدیک راہِ راست ہے وہ مجھے دکھائے۔ مَیں پھر اقرار کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کے بیان میں ایک جادو کا اثر ہے اور نہایت اعلیٰ معلومات رکھتے ہیں اور مَیں بہت شکر گزار ہوں۔ (الفضل 23 مارچ 1915ء)

اسی طرح ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب خاکی راولپنڈی کی ایک روایت بھی پڑھنے کے لائق ہے جو مناظرہ کے وقت آپ کی حاضر جوابی اور بائبل سے گہری واقفیت کے موضوع پر عمدہ روشنی ڈالتی ہے۔ ماسٹر صاحب لکھتے ہیں:

ایک عیسائی جس نے 25،26 سال تک عیسائیت کی تبلیغ کی تھی قادیان میں آیا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے گفتگو شروع کی۔ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ گفتگو کے دَوران حضور نے کسی بات پر ”اگر“ کا لفظ استعمال فرمایا یعنی فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو ایسا ہو سکتا ہے۔ اس پر پادری نے کہا کہ اگر والی بات تو کمزور ہوتی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو دس ہزار فرشتے میری مدد کو آسکتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی بات کمزور تھی؟ یہ بات سُن کر وہ پادری ہنس پڑا اور لاجواب ہو گیا۔ یہ خلافت ثانیہ کے بالکل ابتدائی زمانہ کی بات ہے“۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سوانح فضل عمر میں تحریر فرماتے ہیں:

اوائل 1916ء میں لاہور کے تین یورپین عیسائی علماء تحقیق اور احمدیت کے مطالعہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے ان میں ایک مسٹر والٹر، ینگ مَین کرسچن ایسوسی ایشن لاہور کے سیکرٹری تھے۔ دوسرے مسٹر ہیوم اسی ایسوسی ایشن کے ایجوکیشن سیکرٹری اور تیسرے مسٹر لیوکس، ایف سی کالج لاہور کے وائس پرنسپل تھے۔ مسٹر والٹر کا ارادہ قادیان اور تحریک احمدیت پر ایک کتاب لکھنے کا تھا۔ چنانچہ وہ مختلف مقامات کی زیارت کے علاوہ مختلف پرانے اور نئے احمدیوں سے گفت وشنید اور تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح سے مذہبی امور پر آپ کی طویل گفتگو ہوئی جو الفضل 15 جنوری 1916ء میں شائع ہوئی اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ مدّمقابل ایک عیسائی مستشرق ہے جسے بائبل پر بھی گہرا عبور ہے اور اسلامیات پر بھی وہ نظر رکھتا ہے۔ گہری تنقیدی نظر سے وہ تحریک احمدیت کا مطالعہ کر رہا ہے اور ایسے پیچیدہ سوالات کرتا ہے کہ جن کے جوابات دیتے وقت مدِّمقابل الجھن میں پڑ جائے اور بعض ایسے سوالات کرتا ہے جن کے متعلق وہ جانتا ہے کہ دیگر فرقوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پوزیشن کو مشکل میں ڈال دیں گے۔ یہ ایسا سنجیدہ اور اعلیٰ پایہ کا علمی مکالمہ و مخاطبہ ہے کہ اس کا خلاصہ پیش کرنا ہمارے لئے مشکل ہے اور طوالت کے خوف سے من عن پیش کرنا بھی محال ہے صرف ایک سوال اور اس کا جواب پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے:

مسٹر والٹر: کیا سوائے احمدیوں کے سب لوگ دوزخ میں جائیں گے احمدی تو بہت تھوڑے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح: ”آپ کے نزدیک حضرت مسیح جب آئے تھے تو اس وقت صرف تیرہ آدمی نجات یافتہ نکلے تھے اگر ان کے وقت سوائے تیرہ کے اَور کوئی نجات نہیں پا سکتا تو اس وقت کئی لاکھ کے سوا اگر اَور نجات نہیں پائیں گے تو کیا حرج ہے“۔

تاریخ احمدیت میں مسٹر والٹر اور ان کے ساتھیوں کے تاثرات کا دلچسپ ذکر ملتا ہے۔ قادیان میں آمد حضرت خلیفۃ المسیح اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا ایسا گہرا اثر ان زائرین کے دل پر پڑا کہ مسٹر والٹر نے بعد میں اپنی ایک کتاب ”احمدیہ موومنٹ“ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے گہرے تاثرات کا اظہار کیا ہے جو احبابِ قادیان سے مل کر ان کے دل پر پڑے۔ پھر مدتوں بعد ایک موقع پر سیلون میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر لیوکس نے سامعین کے سامنے بڑے وثوق کے ساتھ یہ اظہار خیال کیا کہ عیسائیت اور اسلام کی جنگ کا فیصلہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں نہیں ہو گا۔ نہ لنڈن میں نہ نیویارک میں نہ ہی واشنگٹن میں بلکہ دنیا کی ایک نامعلوم چھوٹی سی بستی میں اسلام اور عیسائیت کی آخری جنگ لڑی جائے گی اور اس بستی کا نام قادیان ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 89-91)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مشاہدات

مکرم جاوید اقبال ناصر صاحب۔ مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الہامی بشارت کے نتیجہ میں ایک وجود دُنیا میں آیا اور مصلح موعود رضی اللہ عنہ کہلایا۔ اس وجود نے دنیا کی اصلاح کے لیے مختلف راہیں اور طریقے اختیار کئے۔ انہی طریقوں میں آپ کا ایک پُر اثر طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کے واقعات کو، جن کا آپؓ نے خود مشاہدہ کیا، ایسے انداز میں بیان کرنا تھا کہ پڑھنے والے کو بات آسانی سے سمجھ آسکے۔ اُن واقعات میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپؑ کے ساتھ جو عشق تھا اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کے دیکھنے والوں کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو بعد میں آئے یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عمر چھوٹی تھی۔ فرمایا "مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا دل دیا تھا کہ میں بچپن سے ہی ان باتوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سالہا سال ان کے متعلق دیکھا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور دنیا میں کوئی رونق نظر نہ آتی تھی۔ حضرت خلیفہ اولؓ جن کے حوصلے کے متعلق جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا۔ وہ اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جبکہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا مجھے کہا میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آپ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے۔ ان کی محبت اور عشق ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی چیز انہیں لطف نہ دیتی اور وہ چاہتے کہ کاش ہماری جان نکل جائے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جاملیں۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 144-145)

دو طرفہ جذبہ عشق

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مولوی عبد الکریم صاحب کو خاص عشق تھا اور ایسا عشق تھا کہ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس زمانے کو دیکھا۔ دوسرے لوگ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جب میری عمر سولہ سترہ سال تھی اور جس زمانے میں مَیں نے ان کی محبت کو شناخت کیا ہے اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی۔۔۔۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی آنکھیں حضور کے جسم میں سے کوئی چیز لے کر کھا رہی ہیں۔ اس وقت گویا آپ کے چہرے پر بشاشت اور شگفتگی کا ایک باغ لہرا رہا ہوتا تھا اور آپ کے چہرے کا ذرہ ذرہ مسرت کی لہر پھینک رہا ہوتا تھا۔ جس طرح مسکرا مسکرا کر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سنتے اور جس طرح پہلو بدل بدل کر داد دیتے وہ قابل دید نظارہ ہوتا۔ اگر اس کا تھوڑا سا رنگ میں نے کسی اور میں دیکھا تو وہ حافظ روشن علی صاحبؓ مرحوم تھے۔ غرض مولوی عبد الکریم صاحبؓ مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آپ سے ویسی ہی محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔ لیکن مولوی صاحب کی وفات کے بعد آپ نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اب بیٹھتے نہیں؟ تو فرمایا کہ مولوی عبد الکریم صاحبؓ کی جگہ کو خالی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ کون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو حیّ اور دوبارہ زندگی دینے والا یقین کرتا ہو۔ پس یہ یکطرفہ عشق نہیں تھا"۔ (خطبات محمود جلد 14 صفحہ 12)

صبر و تحمل کے پیکر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صبر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دشمنانِ احمدیت کے ایسے ایسے گندے خطوط میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پڑھے ہیں کہ انہیں پڑھ کر جسم کا خون کھولنے لگتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ رکھے ہوئے تھے صبر سے کام لیتے تھے یہ خطوط ایسی کثرت سے آپ کو پہنچتے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے۔ میری طرف سال میں صرف چار پانچ خطوط ایسے آتے ہیں علاوہ ان کے جو بیرنگ آتے ہیں اور واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ہر ہفتے میں دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پُر ہوا کرتے تھے کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ میں نے اتفاقاً ان خطوط کو ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا تو ابھی ایک دو خط ہی پڑھے تھے کہ میرے جسم کا خون کھولنے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تو آپ فوراً تشریف

لائے اور آپ نے خطوط کا وہ تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا انہیں مت پڑھو۔ اس قسم کے خطوط کے کئی تھیلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جمع تھے۔ لکڑی کا ایک بکس تھا جس میں آپ یہ تمام خطوط رکھتے چلے جاتے۔ کئی دفعہ آپ نے یہ خطوط جلائے بھی مگر پھر بہت سے جمع ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی تھیلوں کے متعلق اپنی کتب میں لکھا ہے کہ میرے پاس دشمنوں کی گالیوں کے کئی تھیلے جمع ہیں۔ پھر صرف ان میں گالیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ واقعات کے طور پر جھوٹے اتہامات اور ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا تھا۔ پس ایسی باتوں سے گھبرانا بہت نادانی ہے۔ یہ باتیں تو ہمارے تقویٰ کو مکمل کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں ناراضگی اور جوش کی کون سی بات ہے۔ آخر برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس میں سے ٹپکتا ہے۔ دشمن کے دل میں چونکہ گند ہے اس لئے گند ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم نیکی اور تقویٰ پر زیادہ سے زیادہ قائم ہوتے چلے جائیں اور اپنے اخلاق کو درست رکھیں۔ اگر دشمن کسی مجلس میں ہنسی اور تمسخر سے پیش آتا ہے تو پھر تم اس مجلس سے اٹھ کر چلے آؤ۔ یہی خدا کا حکم ہے"۔
(الفضل 9 مارچ 1938ء صفحہ 7 نمبر 55 جلد 26)

رزق دینے کے نرالے انداز

"جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زلزلے کے متعلق اپنی پیشگوئیوں کی اشاعت فرمائی تو قادیان میں کثرت سے احمدی دوست آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوستوں سمیت باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں خیموں میں رہائش شروع کر دی۔ چونکہ ان دنوں قادیان میں زیادہ کثرت سے مہمان آنے لگ گئے تھے۔ ایک دن آپ نے ہماری والدہ سے فرمایا کہ اب تو روپے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میرا خیال ہے کہ کسی سے قرض لے لیا جائے۔ کیونکہ اب اخراجات کے لئے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو اس وقت مسکرا رہے تھے۔ واپس آنے کے بعد پہلے آپ کمرے میں تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے اور والدہ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالیٰ کے متواتر نشانات دیکھنے کے بعض دفعہ بدظنی سے کام لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لئے روپیہ نہیں۔ اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا مگر جب میں نماز کے لئے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہوں گے۔ جب گھر آ کر اسے کھولا تو اس میں سے کئی سو روپیہ نکل آیا۔ اب دیکھو وہ روپیہ آج کل کے چندوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آج اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک دن نصیب کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم لنگر کا ایک دن کا خرچ دے دو تو وہ کہے گا ایک دن کا خرچ نہیں تم مجھ سے سارے سال کا خرچ لے لو لیکن خدا کے لئے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا ایک دن دیکھنے دو۔ مگر آج کسی کو وہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں قربانی کرنے والوں کو نصیب ہوئی"۔ (تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 341)

نبی کی مخالفت۔ ترقی کا زینہ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دفعہ ہم نے ایک واقعہ سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن جب ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو ہمیں امید ہوتی ہے کہ ان میں سے سعید روحیں ہماری طرف آ جائیں گی۔ لیکن جب نہ تو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور نہ ہی مخالفت کرتے ہیں اور بالکل خاموش ہو جاتے ہیں تو یہ بات ہمارے لئے تکلیف دِہ ہوتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کی مثال اُس بڑھیا کی سی ہوتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کچھ پاگل سی تھی اور شہر کے بچے اسے چھیڑا کرتے تھے اور وہ انہیں گالیاں اور بددعائیں دیا کرتی تھی۔ آخر بچوں کے ماں باپ نے تجویز کیا کہ بچوں کو روکا جائے کہ وہ بڑھیا کو دِق نہ کیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بچوں کو سمجھایا۔ مگر بچے تو بچے تھے وہ کب باز آنے والے تھے۔ یہ تجویز بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر بچوں کے والدین نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اور دروازوں کو بند رکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور دو تین دن تک بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا۔ اس بڑھیا نے جب دیکھا کہ اب بچے اسے تنگ نہیں کرتے تو وہ گھر گھر جاتی اور کہتی کہ تمہارا بچہ کہاں گیا ہے؟ کیا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے؟ کیا وہ ہیضے سے مر گیا ہے؟ کیا اس پر چھت گر پڑی ہے؟ کیا اس پر بجلی گر گئی ہے؟ غرض وہ ہر دروازے پر جاتی اور قسم قسم کی باتیں کرتی۔ آخر لوگوں نے سمجھا کہ بڑھیا نے تو پہلے سے بھی زیادہ گالیاں اور بددعائیں دینا شروع کر دی ہیں۔ اس لئے بچوں کو بند رکھنے کا کیا فائدہ۔ انہوں نے بچوں کو چھوڑ دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہی حالت نبی کی ہوتی ہے۔ جب مخالفت تیز ہوتی ہے تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اور جب مخالف چُپ کر جاتے ہیں تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو لوگوں کی توجہ الٰہی سلسلے کی طرف نہیں ہو سکتی"۔ (انوار العلوم جلد 19 صفحہ 152)

اے مصلح موعودؓ !

تو مہدیؑ موعودؑ کا فرزندِ گرامی
تو شوکتِ اسلام کا سرمست پیامی
اسلام کی دنیا میں اشاعت تیرا مقصود
اے مصلح موعودؓ

دشمن نے وہ سب کچھ کیا اس سے جو بَن آیا
ہر رنگ میں طوفان عداوت کا اٹھایا
آتے ہی تیرے سامنے ہر شے ہوئی نابود
اے مصلح موعودؓ

اللہ نے تجھے کلمۂ تمجید سے بھیجا
رحمت سے روانہ کیا تائید سے بھیجا
تو اس کی غیوری سے زمانے کا ہے محمود
اے مصلح موعودؓ

(مکرم میر اللہ بخش تسنیم صاحب)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مِلّی خدمات

تحریک خلافت کے دوران
مسلمانانِ ہند کی راہنمائی

مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

قوموں کی زندگی میں بعض اوقات ایسے موڑ آتے ہیں جب جذبات بھڑکے ہوتے ہیں اور طبیعتوں میں ایک جوش ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر قوم کے قائدین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اس جوش کو مثبت سمت میں لے کر جائیں۔ جس سمت میں وہ اپنے مقاصد بھی حاصل کریں اور نقصان بھی کم سے کم برداشت کرنا پڑے۔

جنگِ عظیم اوّل میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو کامیابی جبکہ جرمنی اور ترکی سمیت اس کے اِتحادیوں کو شکست ہوئی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد اس قسم کے آثار واضح نظر آنے لگے کہ باقی مفتوحین کی نسبت ترکی کو زیادہ نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ سلطنتِ عثمانیہ کی حیثیت زوال پذیر تھی کیونکہ اس کے ماتحت عرب علاقوں میں علیحدگی کی تحریک زور پکڑ چکی تھی۔ یہ نظر آرہا تھا کہ عرب علاقے جن میں حجاز بھی شامل تھا، اب سلطنتِ عثمانیہ کے ماتحت نہیں رکھے جاسکیں گے۔ بہت سے یوروپی شہر جو ترکی کے ماتحت تھے ان کے علیحدہ کئے جانے کے آثار بھی نظر آنے لگے تھے۔ یہ اعلان بھی کیا جارہا تھا کہ اب سلطنتِ عثمانیہ کے خلیفہ کی حکمرانی محض آئینی سربراہِ مملکت ہونے تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔

اس پر ہندوستان کے مسلمانوں میں جو ترکی سے طبعاً ہمدردی رکھتے تھے، تشویش پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ چنانچہ دسمبر 1918ء میں مسلم لیگ اور 26 جنوری 1919ء کو انجمن مؤیّد اسلام فرنگی محل لکھنؤ کے اجلاسات میں سلطان ترکی کے حق میں پرجوش تقاریر کے بعد نہایت جذباتی قرار دادیں منظور کی گئیں۔ بالآخر جذبات کی یہ لہر تحریکِ خلافت پر منتج ہوئی۔

(The Indian Muslims, A documentary record 1900-1947 Vol 5, compiled by Shan Muhammad, published by Menakshi Prakashan New Dehli-pp:245)

اس سلسلہ میں مسلمانوں کی طرف سے برطانوی حکومت ہند کے ساتھ بھی رابطہ کرکے احتجاج کیا گیا۔

(تحریکِ خلافت، مصنفہ ڈاکٹر میم کمال اوکے ترجمہ ڈاکٹر نثار احمد اسرار، سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور 1991ء، صفحہ 94)

انہی دنوں پنجاب میں سیاسی فضا مکدر تھی اور رولٹ ایکٹ کی وجہ سے سیاسی فضا میں سخت تناؤ تھا۔ پھر لاہور اور امرتسر میں مارشل لاء لگا اور 13 اپریل 1919ء کو امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا واقعہ ہوا۔ ان دنوں گاندھی جی بھی اپنی طرز پر ستیہ گرہ کی مہم چلا رہے تھے جسے انہوں نے 21/ جولائی کو روک دیا اور 27/ اگست 1919ء کو گاندھی جی نے سیاسی منظر پر ایک اور پیش قدمی کی اور فرنگی محل کے مولوی عبدالباری صاحب کو لکھا کہ اب ہماری مشترکہ جدوجہد کا وقت آگیا ہے۔

(Jinnah Reinterpreted, by Saad Al Khairi,Oxford University Press karachi,P480)

اس کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کی خاطر ہندوستان میں چلنے والی یہ تحریک خلافت ایک نئے مرحلہ میں داخل ہوئی۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ لکھنؤ میں ایک خلافت کانفرنس منعقد کی جائے جس کے لئے پورے ہندوستان کے مسلمان رہنماؤں کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے چند روز پہلے گاندھی جی نے بمبئی میں خلافت کے مسئلہ پر مسلمانوں کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ آپ کو خلافت کے تحفظ کے لئے اپنا آرام، اپنا سکون اپنی معیشت حتّٰی کہ اپنی زندگی بھی قربان کر دینی چاہئے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ ایک راہنما جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی قائل نہیں تھا اسلام میں خلافت کے قائم رہنے کے لئے اتنی فکرمندی کا اظہار کر رہا تھا اور مسلمانوں کو یہ تلقین کر رہا تھا کہ آپ فوراً اپنا سب کچھ اس خلافت کے لئے قربان کر دیں۔

(The Indian Muslims, A documentary record 1900-1947 Vol 6, pp: 40)

17 ستمبر 1919ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بھی ایک اعلان موصول ہوا جس پر ہندوستان کے بعض سربرآوردہ اصحاب کے دستخط بھی تھے کہ اس موقع پر سب مسلمانوں کو آواز بلند کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ سید ظہور احمد سیکرٹری مسلم کانفرنس کا خط بھی تھا جس میں حضورؓ کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ حضورؓ بیماری نیز اس وجہ سے کہ اس کانفرنس میں جانے میں کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا تھا خود تو وہاں نہ جاسکے لیکن اس موقع کے لئے اپنا پیغام تحریر فرمایا جسے آپؓ کے نمائندے وہاں لے کر گئے۔ اس پیغام کے آغاز میں حضورؓ نے تحریر فرمایا:

”ترکوں کے مستقبل کا سوال ایک ایسا سوال ہے کہ جس سے طبعاً ہر ایک مسلمان کہلانے والے کو دلچسپی ہونی چاہئے اور ہے۔ اور جب تک ان سے ہمدردی کرنی اور ان کی موافقت کرنی شریعت کے کسی اور حکم کے خلاف نہ آپڑے ضروری اور لازمی ہے۔ اور جب تک ترک گورنمنٹِ برطانیہ سے برسرِ پیکار رہے مسلمانانِ ہند کی ایک کثیر تعداد ہتھیار بند ہو کر ان کے خلاف لڑتی رہی۔ اور شائد ہزاروں ترک مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ہوں گے۔ مگر یہ ان کا فعل اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کو ترکوں سے کسی قسم کا تعلق اور لگاؤ نہیں“۔

چونکہ اس وقت اس تحریک کو چلانے والے اپنے مطالبات کو اس طرح پیش کر رہے تھے کہ ترکی کے سلطان مسلمانوں کے خلیفہ ہیں اس لئے مسلمان ان پر ہونے والی

کسی زیادتی کو برداشت نہیں کریں گے۔لیکن اس طرز پر تحریک چلانے میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ مسلمانوں کے کئی فرقے مذہباً ترکی کے سلطان کو خلیفہ نہیں سمجھتے تھے اور اس طرح اس مسئلہ پر مسلمانوں کا ایک مشترکہ موقف سامنے آنے کی بجائے اس بات کا خدشہ تھا کہ ترکوں کی ہمدردی کرنے کی یہ کاوشیں ایک طبقہ تک محدود ہو جائیں گی۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

"پس اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام عالمِ اسلام ترکوں کے مستقبل کی طرف افسوس اور شک کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔اور یہ بھی درست ہے کہ ان کی حکومت کا مٹا دینا یا ان کے اختیارات کو محدود کر دینا ان کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچائے گا۔مگر اس کی یہ وجہ بیان کرنا کہ سلطانِ ترکی خلیفۃ المسلمین ہیں درست نہیں۔کیونکہ بہت سے لوگ ان کو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے مگر پھر بھی ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں میرے نزدیک ایسے نازک وقت میں اسلام کی ظاہری شان و شوکت سخت خطرہ میں ہے۔اس مسئلہ کو ایسے طور پر پیش کرنا کہ صرف ایک ہی خیال اور ایک ہی مذاق کے لوگ اس میں شامل ہو سکیں سیاسی اصول کے بھی برخلاف ہے۔ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک معتد بہ حصہ شیعہ مذہب کے لوگوں کا ہے۔اور سوائے بعض نہایت متعصب لوگوں کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ ترکوں سے ہمدردی رکھتا ہے مگر وہ کسی طرح بھی سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین ماننے کے لئے تیار نہیں۔اسی طرح اہلِ حدیث میں سے گو بعض لوگ خلافتِ عثمانیہ کے ماننے والے ہوں مگر اپنے اصول کے مطابق وہ لوگ بھی صحیح معنوں میں خلیفۃ المسلمین سلطان کو نہیں مانتے۔ہماری احمدیہ جماعت تو کسی صورت میں بھی اس اصل کو قبول نہیں کر سکتی۔کیونکہ اس کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی قبل از وقت دی ہوئی اطلاعوں کے ماتحت آپ کی صداقت کے قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس زمانہ کے لئے مسیح موعود اور مہدی مسعود بنا کر مسلمانوں کی ترقی اور قیام کے لئے مبعوث فرمایا تھا اور اس وقت وہی شخص خلافت کی مسند پر متمکن ہو سکتا ہے جو آپ کا متبع ہو۔اور قریباً تمام کی تمام جماعتِ احمدیہ اس وقت اس عاجز کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر کے اس بات کا عملی ثبوت دے چکی ہے کہ وہ کسی اور خلافت کے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ان تین فرقوں کے علاوہ اور فرقے بھی ہیں جو اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں لیکن خلافتِ عثمانیہ کے قائل نہیں۔بلکہ خود اہلِ سنت والجماعت کہلانے والے لوگوں میں سے بھی ایک فریق ایسا ہے جو خلافتِ عثمانیہ کو نہیں مانتا ورنہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایک شخص کو رسولِ کریم ﷺ کا صحیح جانشین تسلیم کر کے وہ اس کے خلاف تلوار اُٹھاتے۔

پس اندریں حالات ایسے جلسہ کی بنیاد جس میں ترکوں کے مستقبل کے متعلق تمام عالمِ اسلامی کی رائے کا اظہار مدِنظر ہو ایسے اصول پر رکھنی جنہیں سب فرقے تسلیم نہیں کر سکتے درست نہیں کیونکہ اس سے سوائے ضعف و اختلال کے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"۔

تاریخ میں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ کسی مقصد کے لئے وقتی جوش وخروش تو دکھایا جاتا ہے اور جلسے جلوس تو ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ کام کو صحیح منصوبہ بندی سے نہیں کیا جاتا اور نہ ہی صحیح صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کام کے لئے مطلوبہ استقامت دکھائی جاتی ہے اس لئے نہ صرف کوئی مثبت نتیجہ نہیں ظاہر ہوتا بلکہ الٹا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔چنانچہ اس پہلو کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے حضورؓ نے تحریر فرمایا:

"...اس مخلصانہ مشورہ کے بعد مَیں تمام احباب کرام سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اس طرح اتفاق کے ساتھ ایک مقام پر کھڑے ہو کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں تو امید ہے کہ نہ صرف اس غرض کے لئے مفید ہو جس کے لئے یہ جلسہ کیا گیا ہے بلکہ آئندہ کے لئے بھی بہت سے بابرکت نتائج پیدا کرے۔تو یہ بات بھی آپ لوگوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ بڑے کام بڑی محنت اور قربانی چاہتے ہیں۔حکومتوں کا فیصلہ جلسوں کے ساتھ نہیں ہوتا"۔

"دوسرا امر اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مسلمان حکومت حجاز کا سوال بیچ میں سے بالکل اُٹھا دیں۔عربوں نے غیر اقوام کی حکومتوں کے ماتحت اپنی زبان اور اپنے تمدن کے متعلق جو کچھ نقصان اُٹھایا ہے وہ مخفی امر نہیں ہے۔اور ہر ایک شخص جو ان ممالک کے حالات سے آگاہ ہے اس امر سے واقف ہے۔اور پھر عربوں نے جو کچھ قربانی اس آزادی کے حصول کے لئے کی ہے وہ بھی چھپی ہوئی بات نہیں۔عرب کی غیرتِ قومی جوش مار رہی ہے اور اس کی حریت کی رگ پھڑک رہی ہے۔انہیں اب کسی صورت میں ان کی مرضی کے خلاف ترکوں کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جا سکتا"۔

اس کے بعد حضورؓ نے یہ بات تفصیل سے بیان فرمائی کہ کس طرح مختلف مغربی ممالک میں اسلام کا غلط تاثر رائج ہو گیا ہے اور اسے صحیح کرنے کے لئے ایک منظم اور مسلسل کوشش درکار ہے۔(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 371 تا 381)

جس کانفرنس کے لئے یہ پیغام بھجوایا گیا تھا وہ 22/ستمبر 1919ء کو لکھنو میں منعقد ہوئی۔پورے ہندوستان سے پانچ ہزار مندوبین اس میں شامل ہوئے۔اس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ مسلمانوں کے خلیفہ کی روحانی حیثیت اس کی مادی طاقت اور اقتدار کے بغیر بے معنی ہے اور یہ بھی کہ ترکی کے جو علاقے اس سے علیحدہ کرنے کے بارہ میں غور کیا جا رہا ہے وہ اس سے علیحدہ نہ کئے جائیں۔17/اکتوبر کو خلیفہ کی عزت ووقار کا دن منایا جائے۔بمبئی میں موجود خلافت کمیٹی کو مرکزی حیثیت دی جائے اور پورے ملک میں اس کی شاخیں قائم کی جائیں"۔

(تحریکِ خلافت، مصنفہ ڈاکٹر میم کمال، صفحہ 97)

نومبر 1919ء میں اس تحریک کا ایک نیا رنگ ظاہر ہوا جو قابلِ تشویش تھا اور وہ یہ کہ اب گاندھی جی اس تحریک کے ایک نمایاں قائد کے طور پر ابھر رہے تھے۔حالانکہ اگر اس مسئلہ کو ایک مذہبی مسئلہ کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا تو پھر ایک ہندو کو اس تحریک کا راہنما بنانا سوالیہ نشان تھا۔بہرحال 24/نومبر 1919ء کو دہلی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کا ایک جلسہ ہوا۔اس کے آغاز میں فضل الحق صاحب نے یہ قرارداد پیش کر دی کہ گاندھی جی کو اس جلسہ کا صدر بنایا جائے۔انہوں نے دلیل دی کہ اس موقع پر

ہندومسلم اتحاد بہت ضروری ہے اور جو شخص دونوں گروہوں کا اعتماد رکھتا ہو اسے اس کا صدر ہونا چاہئے اور گاندھی جی سے زیادہ کوئی شخص اس کام کے لئے موزوں نہیں ہوسکتا۔ ان الفاظ پر فضا داد و تحسین کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ پھر ڈاکٹر انصاری صاحب نے اس قرارداد کی تائید کی اور کہا کہ اِس وقت گاندھی جی سے زیادہ مؤثر شخصیت موجود نہیں ہے اور یہ بڑے اعزاز کی بات ہو گی اگر گاندھی جی اس میٹنگ کی صدارت کریں۔ اور اس کے ساتھ انہوں نے گاندھی جی کی خدمات کو خراجِ تحسین بھی پیش کیا۔ چنانچہ گاندھی جی کو اس میٹنگ کا صدر بنایا گیا۔ تمام حاضرین احترام میں کھڑے ہوئے اور گاندھی جی پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ اس عالم میں گاندھی جی نے اپنے خطبہ صدارت کا آغاز کیا''۔

(The Indian Muslims, A documentary record 1900-1947 Vol 6, p p:58)

گاندھی جی کی اس تقریر کی منظر کشی قاضی محمد عدیل عباسی نے یوں کی ہے:

''...اس کے بعد گاندھی جی نے تقریر فرمائی جس میں آپ نے خلافت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ہندومسلم اتحاد پر زور دیا اور کہا کہ اگر مسلمانوں کے دل رنجیدہ ہیں تو ہندو ان کے ساتھ شریک ہیں...اس کے بعد گاندھی جی نے خلافت کمیٹی کے لئے چندہ کی اپیل کی اور بذات خود ایک پیسہ تبرکاً عنایت کیا۔ بس کیا تھا یہ پیسہ نیلام ہوا۔ اور اسے 501 روپیہ میں سیٹھ چھوٹانی نے خریدا۔ ایک ہزار نقد چندہ وصول ہوا اور ڈیڑھ ہزار کا وعدہ ہوا''۔ (تحریک خلافت صفحہ 154)

اس کے بعد دسمبر 1919ء میں امرتسر میں خلافت کانفرنس، مسلم لیگ اور کانگریس کے اجلاسات ہوئے۔ 31/دسمبر کے خلافت کانفرنس کے اجلاس میں سلطان ترکی کے ساتھ اِظہارِ عقیدت کرتے ہوئے قرارداد منظور کی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ امریکہ اور انگلستان اور وائسرائے کی طرف وفود بھیجے جائیں۔ قرارداد کے الفاظ تھے:

"All India Muslim league tenders its homage to the person and throne of His Majesty the King Emperor and assures him of steadfast and continued loyalty of the Mussalman community of India."

اس کے ساتھ مسلم لیگ نے یہ قرارداد بھی منظور کی کہ مسلم لیگ ترکی کے سلطان کو عالمِ اسلام کا خلیفہ سمجھتی ہے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین سمجھتی ہے اور ان کی مقدس شخصیت پر غیر متزلزل یقین رکھتی ہے''۔

(The Indian Muslims,A documentary record 1900-1947 Vol 6, pp 113.115)

اس موقع پر جذبات کا اَور ہی عالم تھا، سٹیج پر گاندھی جی بھی موجود تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کی جو تقریر ہوئی تو اس کا نقشہ عبدالمجید سالک ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''مولانا کی تقریر بے نظیر تھی۔ نہ صرف زبان اور اندازِ بیان کے اعتبار سے بلکہ مطالب کے لحاظ سے بھی پورے مسئلہ پر حاوی تھی۔ اور جذبات انگیزی کی کیفیت اس فقرے سے معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں اب اس ملک سے ہجرت کر جانے کے سوا اور کوئی شرعی چارہ باقی نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس ملک کو چھوڑ جائیں گے اور اپنے مکانات اور اپنی مساجد، اپنے بزرگوں کے مزارات سب بطور امانت اپنے ہندو بھائیوں کو سونپ جائیں گے۔ تا آنکہ ہم پھر فاتحانہ اس ملک میں داخل ہو کر انگریزوں کو نکال دیں۔ اور اپنی امانت اپنے بھائیوں سے واپس لے لیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہندو بھائی جن کے ساتھ ہم ایک ہزار سال سے زندگی بسر کر رہے ہیں ہماری اتنی خدمت سے پہلوتہی نہ کریں گے''۔

''ان کے بعد بریلی کے بنسی دھر پاٹھک کھڑے ہوئے۔ ان کی تقریر بہت پر جوش اور بے حد دلچسپ تھی۔ انہوں نے مولانا محمد علی کے نہلے پر دہلا یوں مارا کہ اگر مسلمان بھائی اپنی شریعت کے احکام کے ماتحت اس ملک سے ہجرت کر جانے پر مجبور ہیں تو ہندو بھی یہاں رہ کر کیا کریں گے۔ اگر مسلمان چلے تو ہندو جاتی بھی ہجرت میں مسلمانوں کا ساتھ دے گی۔ اور ہم اس ملک کو ایک بھائیں بھائیں کرتا ہوا ویرانہ بنا دیں گے۔ تاکہ انگریز اس ویرانے سے خود ہی دہشت کھا کر بھاگ جائیں۔"

''کس قدر عقل سے دور باتیں ہیں۔ لیکن جذبات کی دنیا نرالی ہے۔ اس وقت جلسے کا یہ عالم تھا کہ بعض لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے اور خلافت کانفرنس مجلسِ عزاء بن گئی تھی''۔ (سرگزشت صفحہ 107-108)

یہ تحریک اب کس سمت میں جا رہی تھی اس پر کسی طرح کے تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی یہ بھی نہیں سوچ رہا تھا کہ ہندوستان کی کروڑوں کی آبادی یہاں سے نکل کر کہاں جائے گی؟

8/ جنوری 1920ء کو پہلی آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کی صدارت فضلِ حق صاحب نے کی اور اس میں گاندھی جی اور موتی لال نہرو صاحب بھی شریک ہوئے جبکہ قائدِ اعظم محمد علی جناح اس میں شریک نہیں ہوئے۔ پھر 19/ جنوری 1920ء کو تحریکِ خلافت کا وفد وائسرائے سے ملا اور ایک ایڈریس اس مسئلہ کے بارے میں پیش کیا۔ جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ جنوری 1920ء میں ہی گاندھی جی نے میرٹھ میں خلافت کانفرنس میں برطانوی حکومت سے عدم تعاون کی تحریک کے موٹے موٹے خدوخال پیش کئے جنہیں قبول کرلیا گیا۔

(Jinnah Reinterpreted, by Saad Al Khairi,Oxford University Press Karachi,p 481)

پھر اس تحریک میں فروری کے آخر میں اور تیزی آ گئی جب 28-29 فروری کو کلکتہ میں اس کا اجلاس ہوا۔ اس میں قرار دادیں منظور کی گئیں کہ اگر سلطنتِ عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کے برخلاف کیا گیا تو ہندوستان کے مسلمان سلطنتِ برطانیہ سے اپنی وفاداری ختم کر دیں گے۔ برطانوی مصنوعات کے بائیکاٹ کا آغاز کیا گیا۔ مسلمانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ فوج میں اور بحری جہازوں کی ملازمت اختیار نہ کریں۔ اور برطانوی فوج میں مسلمان فوجیوں سے یہ اپیل کی گئی کہ وہ اپنے افسران پر مطالبات کی منظوری کے لئے زور ڈالیں اور انہیں بتا دیں کہ اگر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ برطانوی حکومت سے اپنے تمام تعلقات ختم کر لیں گے۔

(The Indian Muslims,A documentary record 1900-1947 Vol 6, p p159-160)

23 مارچ 1920ء کو میرٹھ کے مقام پر خلافت کانفرنس بڑے دھوم دھام سے منعقد کی گئی۔ گاندھی جی ان دنوں میں اس تحریک میں بہت سرگرم تھے۔ انہوں نے یہاں یہ فیصلہ سنایا کہ اگر اتحادیوں نے فیصلہ ترکی کے خلاف کیا تو ہمیں انگریز حکومت سے عدم تعاون کرنا ہوگا۔ تمام سرکاری خطابات اور سول اور فوجی اور پولیس کی نوکریوں

سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی۔ پھر ٹیکس اور دوسری سرکاری واجب الادا رقوم کی ادائیگی سے انکار کیا جائے گا۔ جگہ جگہ جلسے جلوس کئے جا رہے تھے اور ان میں پرجوش نعرے بلند کئے جا رہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پہلے ہی متنبہ فرمایا تھا کہ بڑے کام محض جلسے جلوسوں سے نہیں ہوتے لیکن ایک جوش کے عالم میں یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا جو اب غیر منظم اور بے ہنگم طریق پر ہو رہا تھا۔ یہ بات اتنی بڑھی کہ خود اس تحریک کے ایک بڑے قائد مولوی عبدالباری فرنگی محل صاحب کو اعلان کرنا پڑا کہ بلا ضرورت اور دیکھا دیکھی یہ کانفرنسیں نہ کی جائیں بلکہ اب یہ سلسلہ موقوف کرنا بہتر ہوگا۔ اور کہا کہ میں بھی صرف اس صورت میں ان کانفرنسوں میں شریک ہوں گا اگر ان سے کوئی فائدہ ہو۔

ایک طرف تو یہ جوش وخروش جاری تھا اور پورے ملک میں جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف ہندوستان کے مسلمانوں کے راہنما ان کی غلط راہنمائی کر کے انہیں ایک اور مشکل میں ڈال رہے تھے۔ بعض لیڈروں نے یہ فتویٰ دے دیا کہ ان حالات میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ ہجرت کر جائیں۔ ہجرت کی اس تحریک کے حالات یہ تھے کہ اب تک یہ بھی پوری طرح تعین نہیں ہو سکا کہ اس کو شروع کرنے والا کون تھا؟ بعض کہتے ہیں اس تحریک کا نقطہ آغاز ابوالکلام آزاد کا فتویٰ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے مولوی عبدالباری فرنگی محل نے دیا تھا۔ لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس کے نتیجے میں ہندوستان کے ہزاروں مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر افغانستان کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ بہت سے مسلمانوں کو کچھ لوگ ہجرت کے فتاویٰ دکھاتے اور یہ سبز باغ بھی دکھاتے کہ وہاں تمہیں ہر طرح کی راحت ملے گی اور تم مالدار ہو جاؤ گے اور چین کی زندگی گذارو گے۔ پہلے تو کابل میں حضوری باغ میں انہیں جگہ دی گئی۔ لیکن جلد ہی طرح طرح کی مشکلات نے انہیں آن گھیرا۔ ان کے اثاثے فروخت ہونے لگے۔ کابل کے بعض بد اخلاق لوگوں نے ان کی پردہ پوش عورتوں پر آوازیں کسنی شروع کیں۔ جب جگہ کم ہوئی تو انہیں افغانستان کے دوسرے شہروں کی طرف جانے کا حکم سنایا گیا۔ کچھ بدخشاں اور ترکستان گئے مگر وہاں بھی مالی مشکلات کی وجہ سے پنپ نہ سکے اور انہیں واپس آنا پڑا۔ کابل کے لوگوں نے مہاجروں کی سخت مخالفت شروع کی۔ ایک مرحلہ پر ان ہندوستانیوں نے جب ایران جانے کی کوشش کی تو دونوں طرف کھڑے افغان یہ آوازیں لگا رہے تھے 'مارو ان ہندوستانیوں کو یہ چور ہیں'۔ بہرکیف بہت سی مشکلات کا شکار ہونے کے بعد ان لوگوں کو جو افغانستان چلے گئے تھے اپنا بہت کچھ برباد کرنے کے بعد واپس ہندوستان آنا پڑا اور یہ سب کچھ ان کے راہنماؤں کی غلط راہنمائی کی وجہ سے تھا جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے اس مہم کو ہوا دے دی تھی"۔

(تحریکِ خلافت از عدیل عباسی صفحہ 117 تا 139)

اب مغربی اتحادیوں کے ارادوں کے خدوخال سامنے آنے لگے تھے۔ ایشیا میں عراق، فلسطین اور اردن کے علاقے سلطنتِ عثمانیہ سے الگ کر دیئے گئے اور ان پر برطانوی مینڈیٹ قائم کیا گیا۔ شام اور لبنان کو بھی ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور ان پر فرانسیسی مینڈیٹ قائم کیا گیا۔ عراق اور شام کو عارضی آزادی دینے کا اعلان کیا جا رہا تھا لیکن مینڈیٹ رکھنے والی طاقتیں ان کو حسبِ ضرورت مشورے دیں گی۔ حجاز کو بھی سلطنتِ عثمانیہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور یہ آزاد حیثیت میں آ گیا۔ بین الاقوامی گارنٹی میں آرمینیا کو آزاد حیثیت دے دی گئی۔ ترکی میں شامل کردستان کو بھی خود مختاری دی گئی۔ سمرنا کو یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ یوروپی علاقوں میں مشرقی تھریس کے کچھ علاقے اور بعض Aegean Islands کو یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ Rhodes اور Dodecanese کو اٹلی کے حوالے کر دیا گیا۔ ان سب کے علاوہ اتحادی طاقتوں کو ترکی کے مالی معاملات میں مداخلت کا اختیار بھی مل رہا تھا۔ ابھی معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے تھے لیکن یہ ارادے مشتہر کر دیئے گئے تھے۔

یہ سُن کر تمام مسلمانوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ فیصلہ ہوا کہ جون کے شروع میں الٰہ آباد میں مشورے کے لئے جلسہ منعقد کیا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو مولوی عبدالباری فرنگی محل کی طرف سے مشورہ کے لئے اس جلسہ میں شامل ہونے کا پھر دعوت نامہ ملا۔ حضورؓ نے اس میں خود تو شرکت نہیں فرمائی تاہم اپنا پیغام تحریر کر کے اس کانفرنس میں بھجوایا۔ یہ مضمون بعد میں "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے آغاز میں حضورؓ نے تحریر فرمایا:

"اگر میری شمولیت اس جلسہ میں کسی طرح بھی نفع رساں ہو سکتی اور مجھے امید ہوتی کہ میرا بذات خود حاضر ہونا میرے اہلِ وطن اور میرے بھائیوں کے لئے کسی طرح بھی مفید ہو سکتا ہے تو میں سو کام چھوڑ کر بھی اس اہم اور وسیع الاثر معاملہ میں اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لئے حاضر ہو جاتا۔ لیکن چونکہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کے جلسوں میں ایسے اشخاص کو جنہیں ذرہ بھر بھی اختلافِ رائے ہو بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس لئے میرا بذاتِ خود آنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ مگر دوسری طرف چونکہ اپنے بھائیوں کی ہمدردی اور ان کی خیرخواہی... کا جوش مجھے اس بات پر بھی مجبور کرتا ہے کہ کوئی سنے نہ سنے۔ میں اپنا مشورہ ان تک پہنچا دوں میں اس تحریر کے ذریعہ اپنے خیالات سے اس موقع پر جمع ہونے والے احباب کو آگاہ کرتا ہوں اور چند معزز دوستوں کے ہاتھ اس تحریر کو ارسال کرتا ہوں کہ تا جن دوستوں کے دلوں پر خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریر کا کوئی اثر ہو وہ زبانی بھی میرے قائمقاموں سے اس میں درج شدہ مسائل پر تبادلہ خیالات کر سکیں"۔

حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ مَیں نے گذشتہ ستمبر میں تحریر کے ذریعہ اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اس تحریک کی بنیاد اس بات پر رکھنی چاہئے کہ سلطان ترکی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے نزدیک خلیفہ ہیں اور باقی مسلمان بھی ان سے مسلمان بادشاہ ہونے کی وجہ سے ہمدردی رکھتے ہیں تو کوئی فرقے اپنے آپ کو اس تحریک سے علیحدہ نہ رکھتے۔ اور اس وقت جب کہ عرب ترکوں سے صلح کے لئے آمادہ ہو رہے تھے انہیں یہ کہنے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ خلافت صرف قریش کے لئے مخصوص ہے۔ اور اگر یہ تجویز قبول کر لی جاتی تو عرب کے وہابی فرقہ کو بھی اس تحریک میں

شامل ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اور اس بنیاد پر یہ مطالبہ کیا جاسکتا تھا کہ مسلمانوں کے جذبات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ترکی سے بھی اسی طرح معاملہ کیا جائے جس طرح دوسری عیسائی حکومتوں سے کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ حضورؓ نے اس تحریر میں یہ تفصیلات بھی بیان فرمائیں کہ کس طرح اس معاہدے کی شرائط طے کرتے ہوئے انصاف کے تقاضوں کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ مثلاً عراق کی آبادی کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع نہیں دیا گیا، شام کی آبادی کو صاف صاف کہنے کے باوجود کہ وہ آزاد رہنا چاہتے ہیں فرانس کے زیرِ اقتدار کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح لبنان کو فرانس کے زیرِ اقتدار کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ حضورؓ نے یہ نشاندہی بھی فرمائی کہ فلسطین کو یہودی نوآبادی قرار دے دیا گیا ہے، باوجود اس کے کہ وہاں کی اکثریت مسلمان ہے۔ اسی طرح ترکی کو ناجائز طور پر اپنے بعض شہروں سے محروم کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے حضورؓ نے ستمبر 1919ء کی کانفرنس میں یہ پیغام بھجوایا تھا کہ پہلے اپنے موقف کے حق میں دلائل جمع کرنے چاہئیں اور پھر مختلف ممالک میں مستقل طریق سے اپنے مؤقف کو پہنچایا جائے۔ حضورؓ نے اس دوسرے پیغام میں فرمایا کہ اس مشورہ پر صحیح طرح عمل نہیں کیا گیا۔ آپ نے تحریر فرمایا:

”اور اگر اس کام کو تکمیل پر پہنچانے کے متعلق جو بات میں نے لکھی تھی اس پر عمل کیا جاتا تو یقیناً شرائطِ صلح موجودہ شرائط سے مختلف ہوتیں۔ وفود کا بھیجا جانا اس قدر معرضِ التوا میں ڈالا گیا کہ عمل کا وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ امریکہ کی طرف کوئی وفد نہیں بھیجا گیا۔ عراق، شام، عرب اور قسطنطنیہ کی طرف وفد بھیجے جانے ضروری تھے مگر اس کا کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ فرانس اور اٹلی کی طرف مستقل وفدوں کی ضرورت تھی مگر اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ جاپان بھی توجہ کا مستحق تھا اسے بھی نظرانداز کیا گیا۔ انگلستان کی طرف وفد گیا اور وہ بھی آخری وقت میں۔ ساری کوشش ہندوستان کی گورنمنٹ کو برا بھلا کہنے میں یا ان لوگوں کو گالیاں دینے میں صرف کر دی گئی جو گو ترکوں سے ہر طرح ہمدردی رکھتے تھے مگر سلطان المعظم کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ مگر کیا گالیاں دینے سے کام ہوتے ہیں؟ کام، کام کرنے سے ہوتے ہیں۔“

جب تاریخی حقائق کا جائزہ لیا جائے تو حضورؓ کے اس ارشاد کی اہمیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ 1918ء کے آخر میں ہندوستان کے مسلمانوں نے اس مسئلہ پر بے چینی کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ اور 1919ء میں تو تحریکِ خلافت باقاعدہ شروع ہو چکی تھی اور جگہ جگہ ہندوستان میں جلسے جلوس ہو رہے تھے۔ ستمبر 1919ء میں تو جب حضورؓ سے مشورہ کے لئے رابطہ کیا گیا تو حضورؓ نے باقاعدہ یہ تحریری مشورہ بھی بھجوادیا تھا کہ اس مسئلہ پر اگر کوئی کام سنجیدگی سے کرنا ہے تو مختلف ممالک تک اپنا نقطہ نظر بھجوانا ہوگا کیونکہ فیصلہ کسی ایک ملک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ مختلف ممالک نے مل کر کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اتحادی شرائط نرم نہیں کریں گے اور ہماری طرف سے مختلف آراء پیش کی جارہی ہیں کہ اگر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ہندوستان کے مسلمان کیا ردِعمل دکھائیں۔ ان میں ہجرت، برطانوی حکومت سے قطع تعلق اور بغاوت کی تجاویز ہیں۔ حضورؓ نے ان کا تجزیہ پیش فرمایا کہ ان میں سے ایک تجویز بھی قابلِ عمل نہیں ہے۔ آپؓ نے متنبہ فرمایا کہ ہندوستان کی سات کروڑ آبادی اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتی اور اس کو پیش کر کے سُبکی کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اور اس کو پیش کرنے والے خود بھی اس پر عمل نہیں کر رہے اور حکومت سے عدم تعاون کے بارے میں تو حضورؓ نے تحریر فرمایا:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض ہندو سربرآوردہ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن اس تجویز کی مخالفت ہندوؤں میں بہت زیادہ ہے اور یقیناً پانچ فیصدی ہندو بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ اگر مسلمان وکلاء اپنا کام چھوڑ دیں گے تو خود مسلمان اپنی داد رسی کے لئے ہندو وکلاء کی خدمات کو حاصل کریں گے اور وہ شوق سے ان کے مقدمات لیں گے اور اگر مسلمان جج استعفاء دے دیں گے تو ہندو امیدوار فوراً ان کی جگہ لینے کے لئے آگے بڑھیں گے۔ اگر فوجی مسلمان استعفاء دے دیں گے تو علاوہ اس کے کہ وہ فوجی قواعد کی خلاف ورزی کر کے سزا پاویں گے ان کا مستعفی ہوجانا ایسا مؤثر نہ ہوگا کیونکہ ہندو قوم اب فوجی خدمات کی اہمیت سے کافی طور پر واقف ہوچکی ہے اور وہ اپنے قدیم ملک کو بلا حفاظت چھوڑنے پر کبھی رضامند نہ ہوگی۔ غرض ہر ملازمت کے لئے دوسری اقوام کے لوگ نہ صرف مل جاویں گے بلکہ شوق سے آگے بڑھیں گے۔ کیونکہ ملازمت تلاش کرنے والوں کی ہمارے ملک میں کمی نہیں ہے۔ ایسے لوگ مسلمانوں کے اس فیصلہ کو ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھیں گے اور ان کی بیوقوفی پر دل ہی دل میں ہنسیں گے۔ پس سوائے اس کے کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور تعلیم سے محروم ہوجاویں اور اپنے حقوق کو جو بوجہ مسلمانوں کے سرکاری ملازمتوں میں کم ہونے کے پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں اور زیادہ خطرہ میں ڈال دیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا“۔

بعد میں پیش آنے والے واقعات نے یہ ثابت کیا کہ حضورؓ نے جو راہنمائی فرمائی اس کا ایک ایک حرف سچا تھا۔ اور احتجاج کے اس انداز کو اختیار کر کے مسلمانوں نے بہت بڑے نقصانات اُٹھائے۔

بہرحال الٰہ آباد میں مذکورہ بالا جلسہ شروع ہوا اور اس مسئلہ پر غور کر کے سفارشات مرتب کی گئیں۔ یہ سفارشات حضرت مصلح موعودؓ کے دیئے گئے مشوروں کے بالکل اُلٹ تھیں۔ یکم اگست کا دن آیا تو ترکِ موالات کی تحریک کا آغاز گاندھی جی نے اپنے ان تمغوں کو واپس کر کے کیا جو انگریز حکومت نے انہیں جنگی خدمات پر دیئے تھے۔ 10/اگست کا دن آیا تو معاہدہ کے مسودے پر دستخط ہوئے اور سلطانِ ترکی کے نمائندے توفیق پاشا نے بھی دستخط کر دیئے اور اُس وقت مسلمانوں میں جو تبدیلی ہوئی اس کے متعلق قاضی محمد عدیل عباسی لکھتے ہیں:

”ادھر مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ ان میں بالکل کایا پلٹ ہو رہی تھی۔ انہوں نے کھدر پہننا اور گاندھی ٹوپی اختیار کرنا

کثرت سے شروع کر دیا تھا۔ لمبے کرتوں اور گھٹنے پاجاموں کا رواج کالج کے طالب علموں میں بھی دیکھا جا رہا تھا اور ایک اندھے جوش میں جولائی اور اگست میں تقریباً اٹھارہ ہزار آدمی ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔ ہجرت کا فتویٰ صحیح تھا یا غلط اسے علماء جانیں۔ لیکن اس سے مسلمانوں کے گہرے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے‘‘۔ (تحریکِ خلافت، صفحہ 157)

پھر اسی کتاب کے صفحہ 159 پر لکھتے ہیں:

’’رفتہ رفتہ سکولوں اور کالجوں سے لڑکے نکلنے لگے، کچہریوں سے وکلاء نے علیحدگی اختیار کرنا شروع کر دی، خطابات واپس ہونے لگے اور لوگ نوکریوں سے استعفیٰ دینے لگے۔‘‘

واضح رہے کہ یہ ہجرت کرنے والے، کالج سکول چھوڑنے والے، نوکریاں ترک کرنے والے تقریباً سب کے سب مسلمان تھے اور دوسرے لوگ بڑی تیزی سے ان کی جگہ لے رہے تھے۔ کس کا فائدہ اور کس کا نقصان تھا، یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس ماحول میں ایک آواز حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ کی تھی تو دوسری مسلمان سیاستدانوں میں سے صرف قائد اعظم کی تھی جو ترکِ موالات اور عدم تعاون کی تحریک کے خلاف اُٹھ رہی تھی۔ لیکن اس آواز کو ہر طرف سے اپنے اور غیر حملوں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ قائد اعظم تو ان حملوں کی تاب نہ لا کر خاموشی سے ایک طرف ہو گئے لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ فرمایا کہ وہ اپنی آواز قوم کے کانوں تک بار بار پہنچائیں گے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ نقصان اُٹھانے سے بچ جائیں۔ چنانچہ دسمبر 1920ء میں ہی حضورؓ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام تھا ’’ترکِ موالات اور احکامِ اسلام‘‘۔ اس کے آغاز میں ایک ’التماسِ ضروری‘ تحریر فرمایا اور اس میں حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ میں نے محض ہمدردی کی وجہ سے یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کو پڑھنے والے اپنے دوستوں اور واقفوں تک پہنچائیں۔ مسلمان پہلے ہی بہت صدمہ خوردہ ہیں اور ہمیں چاہئے کہ اس خطرناک رَو کو روکنے کے لئے سعی کریں جو مزید بدنامی کا باعث بن رہی ہے۔ لوگ بے شک ترکِ موالات کی مخالفت کی وجہ سے آپ کو بزدل کہیں گے لیکن وہ شخص بہادر نہیں ہوتا جو بزدل کہلانے سے ڈر جاتا ہے۔

پھر اس رسالہ کے آغاز میں حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ یقیناً ترکوں سے غیر منصفانہ سلوک کیا گیا اور ان سے وہ سلوک نہیں کیا گیا جو دوسرے عیسائی مفتوح ممالک سے کیا گیا ہے۔ اور اتحادیوں نے وہ وعدے پورے نہیں کئے جو جنگ سے قبل بظاہر نظر آتے تھے۔ اسی طرح امرتسر میں جلسہ کرنے والوں پر جنرل ڈائر کا فائر کھول دینا ایک ظالمانہ اور وحشیانہ فعل تھا۔

حضورؓ نے بعض لوگوں کی اس بات کی بھی تردید فرمائی کہ اب صبر کر کے بیٹھ جانا چاہئے کیونکہ اب کچھ نہیں ہوسکتا بلکہ فرمایا اس فیصلہ کو بدلنا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ یہ اصولی بات بیان کرنے کے بعد حضورؓ نے ترکِ موالات یا حکومت سے عدم تعاون اور ہجرت کی تجاویز کا تجزیہ بیان فرمایا۔ ہجرت کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ میں نے پہلے یہ لکھا تھا کہ شرعاً یہ موقع ہجرت کا نہیں ہے اور اگر ہجرت کی بھی گئی تو چونکہ اس کا سامان آپ کے پاس نہیں ہے اس کا نقصان پہنچے گا اور دشمن کو ہنسی کا موقع ملے گا۔ پھر افغانستان میں گنجائش بھی نہیں ہوگی۔ اور آخر یہی ہوا۔ حضورؓ نے اس تجزیہ کے بعد تحریر فرمایا:

’’کیا ترکِ موالات کے حامیوں کے پاس ان سب سوالوں کا ایک ہی جواب نہیں کہ مسٹر گاندھی نے چونکہ ایسا کہا ہے اس لئے ہم اس طرح کرتے ہیں؟ مگر میں کہتا ہوں ہم یہ نہیں کہتے کہ اس طرح نہ کرو جس طرح مسٹر گاندھی کہتے ہیں۔ اگر کسی کے خیال میں مسٹر گاندھی کا پروگرام مفید اور قابلِ عمل معلوم ہوتا ہے تو وہ بے شک اس پر عمل کرے۔ مگر مسٹر گاندھی کے قول کو قرآنِ کریم کیوں قرار دیا جاتا ہے؟ شریعت اس کا نام کیوں رکھا جاتا ہے؟‘‘

’’... لیکن جبکہ وہ سلطان المعظم کی خلافت کے متعلق اتنا زور دے رہے ہیں کیا کبھی انہوں نے اس امر پر بھی غور کیا ہے کہ خود سلطان المعظم نے کبھی بھی ترکِ موالات کے لئے مسلمانوں کو دعوت نہیں دی بلکہ وہ خود اتحادیوں سے صلح کرنے کے لئے تیار ہو گئے بلکہ انہوں نے صلح کر لی۔ اس صورت میں دوسرے مسلمانوں کو خصوصاً ان کو جو سلطان المعظم کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں یہ حق کس طرح پہنچتا ہے کہ وہ ان کے منشاء بلکہ ان کے عمل کے خلاف کام کریں۔‘‘

حضورؓ کا تجزیہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور اس تحریک نے ایک خطرناک فساد کی طرف موڑ لیا اور یہ امر اس تحریک کے خاتمہ کا ایک باعث بھی بنا۔ گو کہ گاندھی جی ایک ماہر سیاستدان تھے لیکن اگر اس مسئلہ کو ایک مذہبی مسئلہ کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا تو گاندھی جی کی قیادت قبول کرنا ناقابلِ فہم تھا اور اس کے کیا خطرناک نتائج ہو سکتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس اہم امر کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے حضورؓ نے تحریر فرمایا:

’’کیا تم کو نظر نہیں آتا کہ تم اس صحیح راستہ کو ترک کر کے کہاں کہاں دھکے کھاتے پھرتے ہو؟ اوّل تو تمام علماء وفضلاء کو چھوڑ کر ایک غیر مسلم کو تم نے لیڈر بنایا ہے... مسٹر گاندھی بے شک ایک سنجیدہ اور محنتی سیاسی لیڈر ہیں لیکن ان کو اس امر میں راہنما بنانا جس پر تم اسلام کی زندگی اور موت کا انحصار سمجھتے ہو اور جسے تم اہم ترین مذہبی فرائض میں سے خیال کرتے ہو قابلِ افسوس اور حیرت نہیں تو اور کیا ہے؟‘‘

گاندھی جی نے اس تحریک کی راہنمائی جاری رکھی حتّٰی کہ جب کلکتہ کے ایک سرکاری مدد یافتہ عربی اور مذہبی مدرسہ سے طلباء کو نکال کر کلکتہ کی جامع مسجد میں مدرسہ کھولا گیا اس کا افتتاح گاندھی جی نے کیا اور طلباء کو یہ نصیحت کی کہ اس وقت اسلام خطرے میں ہے، خلافت تباہ کر دی گئی ہے اور مقاماتِ مقدسہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس لئے آپ نے جو قدم آگے بڑھایا ہے اس کو پیچھے نہ ہٹنے دیں۔ اس عربی مدرسہ کے اساتذہ کو نصیحت کرتے ہوئے گاندھی جی نے کہا کہ طلباء کو وہ دینی تعلیم دیں جو مسلمانوں کو سچا مسلمان اور ہندوستانی بنا دے۔

(تحریکِ خلافت از عدیل عباسی، صفحہ 177-178)

یہ خیال کہ اس مہم سے حکومت مفلوج ہو جائے گی بالکل غلط ثابت ہو رہا تھا اور جو بات حضورؓ نے فرمائی تھی کہ ترکِ موالات کی تحریک غلط بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی ہے، حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہی تھی۔ بالآخر یہ تحریک بھی ختم ہوگئی اور خلافت بھی لیکن مسلمانوں کے لئے بہت سے نقصان دہ اثرات پیچھے چھوڑ گئی۔ کمال اتاترک نے ترکی میں اقتدار سنبھال لیا اور سلطان عبد الحمید کو ترکی سے ملک بدر ہونا پڑا۔

جب عثمانی خلافت کے خاتمہ کی اطلاع ہندوستان پہنچی تو تو تحریکِ خلافت یکلخت بیٹھ گئی۔بعض مسلمانوں نے مولانا محمد علی جوہر صاحب اور ان کے ساتھیوں پر الزام لگانا شروع کیا کہ ان لوگوں نے قوم کو مغالطہ میں ڈالا۔مولانا محمد علی جوہر کو پہلے اس خبر پر یقین ہی نہیں آیا، وہ اسے برطانوی سازش سمجھ رہے تھے لیکن جب تصدیق ہوئی تو انہوں نے علی گڑھ کی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ترکوں نے انہیں ایک میلے رومال کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا ہے۔اتاترک کو تار دی گئی کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔پھر ایک ممبر پارلیمنٹ کے ذریعہ اتاترک کو پیغام بھجوایا گیا کہ وہ ہی خلافت کا منصب سنبھال لیں۔یہ پیغام انہوں نے سنا تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے اور اس تجویز کو پیش کرنے والوں کو بہت بُرا بھلا کہا۔

(تحریکِ خلافت، مصنفہ ڈاکٹر میم کمال اوکے، صفحہ 152-156)

کوئی شخص ٹھوس تاریخی حقائق کی روشنی میں جائزہ لے تو اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس موقع پر صحیح راہنمائی وہی تھی جو کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائی تھی۔کسی غیر کے لئے بھی یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ سچا خیر خواہ اور قوم کا ہمدرد کون تھا۔

کون ہو گا فدا ترے رخ پر

آہ دنیا پہ کیا پڑی اُفتاد — دین و ایمان ہو گئے برباد
مہرِ اسلام ہو گیا مخفی — سارے عالم پہ چھا گیا ہے سواد
آج مسلم ہیں رنج و غم سے چُور — اور کافر ہیں خندہ زن دلشاد
روح اسلام ہو گئی محصور — کفر کا دیو ہو گیا آزاد
ستم و جور بڑھ گیا حد سے — انتہا سے نکل گئی ہے داد
ہے غضب ہیں وہ شائق بیداد — پھر ستم یہ کہ ہیں ستم ایجاد
اے خدا اے شہِ مکین و مکاں — قادر و کارساز و ربِّ عباد
دین احمدؐ کا تو ہی ہے بانی — پس تجھی سے ہماری ہے فریاد
تیرا در چھوڑ کر کہاں جائیں — کس سے جا کر طلب کریں امداد
چاروں اطراف سے گھرے ہیں ہم — آگے پیچھے ہمارے ہیں حُسّاد
ان دکھوں سے نجات پائیں گے کب — ہوں گے کب ان غموں سے ہم آزاد
شانِ اسلام ہو گی کب ظاہر — کب مسلماں ہوں گے خرم و شاد
پوری ہوگی یہ آرزو کس وقت — کب بَر آئے گی یہ ہماری مراد
نام لیوا رہے گا تیرا کون — ہم اگر ہو گئے یونہی برباد
کون ہو گا فدا ترے رخ پر — کون کہلائے گا ترا فرہاد

(کلام محمود صفحہ 122)

ضروری اطلاع

احباب جماعت کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دفتر دار القضاء جرمنی کے اوقات کار درج ذیل ہوں گے۔

سوموار	09:00 بجے	تا	16:00 بجے
بدھ	09:00 بجے	تا	16:00 بجے
جمعرات	09:00 بجے	تا	16:00 بجے
جمعۃ المبارک	09:00 بجے	تا	12:30 بجے
ہفتہ	09:00 بجے	تا	16:00 بجے
اتوار	08:00 بجے	تا	16:00 بجے

پتہ:
Darul Qaza
Luisenstr 82a 63067 Offenbach am Main
فون نمبر: +49-69-80104830
ای میل: qaza@ahmadiyya.de

(ناظم دار القضاء جرمنی)

جلسہ سیرت النبی ﷺ لوکل امارت من ہائیم

مؤرخہ 22 دسمبر 2019ء کو لوکل امارت من ہائیم کا جلسہ سیرت النبی ﷺ لوکل امیر مکرم فضل عمر محمود صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔

مکرم سفیر احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم اور جرمن زبان میں ترجمہ پیش کیا۔عزیزم مرزا فہیم احمد صاحب نے نعتیہ کلام پیش کیا۔جلسہ کے مقررین میں مربیان سلسلہ مکرم عدیل احمد شاد صاحب، مکرم منیر احمد منور صاحب کے علاوہ مکرم لوکل امیر صاحب شامل تھے۔

مکرم نعمان احمد صاحب، سیکرٹری سمعی وبصری نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر خطبات کے بعض وڈیو کلپس دکھائے۔

اس کے بعد مکرم عطاء الحیٰ سہیل صاحب نے ایک ترانہ پیش کیا۔اس موقع پر امسال جائزہ نصاب وقفِ نو میں پوزیشن حاصل کرنے والے واقفین نو میں انعامات بھی تقسیم کئے گئے۔

آخر میں لوکل امیر صاحب نے ’’صحابہ کرام ﷺ کی مالی قربانیاں‘‘ کے موضوع پر تقریر کی اور جلسہ کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔مکرم منیر احمد منور صاحب مربی سلسلہ نے اختتامی دعا کروائی۔جلسہ کی مجموعی حاضری 337 رہی۔جلسہ کے بعد حاضرین کے لئے ضیافت کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

(رپورٹ: منصور احمد لون، لوکل سیکرٹری تربیت من ہائیم)

تربیت قبول کرنے کی اہلیت

رنگ خواہ کیسا ہی دیدہ زیب اور پختہ اور دیرپا کیوں نہ ہو جب تک کسی کپڑے میں اُسے قبول کرنے کی پُوری صلاحیت موجود نہ ہو وہ رنگ اس پر چڑھ نہیں سکتا۔ تربیت کا رنگ بھی اسی شرط کا محتاج ہے۔ اس پہلو سے جب ہم حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی ذات میں یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود نظر آتی ہے کہ اچھی باتوں کو قبول کرنے اور خوبصورت رنگوں کو اپنانے کا مادہ آپ کو بدرجۂ احسن ودیعت ہوا تھا۔ یہی نہیں بلکہ غلط نقش کو رڈ کر دینے کی اہلیت بھی آپ بخوبی رکھتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی لمبی تربیت کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ آپ اچھی بات کو جو اچھے اور عمدہ طریق پر کہی گئی ہو قبول کرتے تھے بلکہ ایسی نصیحت کو بھی جو بظاہر سخت کڑوی ہو لیکن فی ذاتہٖ درست ہو، آپ بغیر تردد اور نفسیاتی الجھن کے قبول فرما لیتے تھے۔ ایک واقعہ اس ضمن میں اس پہلو سے خصوصاً قابلِ غور ہے کہ اچھی مگر تلخی سے کی ہوئی نصیحت کو نہ صرف آپ نے قبول کیا بلکہ اس نصیحت کرنے والے کا احسان زندگی بھر محسوس فرماتے رہے۔

”مجھے ایک دوست کا احسان اپنی ساری زندگی میں نہیں بھول سکتا اور مَیں جب کبھی اس دوست کی اولاد پر کوئی مشکل پڑی دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ٹیس اُٹھتی ہے اور اُن کی بہبودی کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ 1903ء کی بات ہے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں مقیم تھے۔ وہ دوست جن کا مَیں ذکر کر رہا ہوں مراد آباد یو۔پی کے رہنے والے تھے اور فوج میں رسالدار میجر تھے۔ محمد ایوب ان کا نام تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کے لئے گورداسپور آئے تھے۔ انہوں نے دو باتیں ایسی کیں جو میرے لئے ہدایت کا مُوجب ہوئیں۔ دِلّی میں رواج تھا کہ بچے باپ کو ”تم“ کہہ کر خطاب کرتے، اسی طرح بیوی خاوند کو تم کہتی۔ لکھنؤ وغیرہ میں ”آپ“ کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ گھر میں ہمیشہ ’تم تم‘ کا لفظ سنتے رہنے سے میری عادت بھی تم کہنے کی ہوگئی تھی۔ یوں تو میری عادت تھی کہ میں حتی الوسع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرنے سے کتراتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس دوست کی موجودگی میں آپ علیہ السلام سے کوئی بات کرنی پڑی اور میں نے تم کا لفظ استعمال کیا۔

یہ لفظ سن کر اس دوست نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور مجلس سے ایک طرف لے گئے اور کہا ”میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے لیکن یہ ادب ہی چاہتا ہے آپ کو آپ کی غلطی سے آگاہ کروں۔ اور وہ یہ کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرتے وقت کبھی بھی تم کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ آپ کے لفظ سے مخاطب کریں۔ ورنہ آپ نے پھر یہ لفظ بولا تو جان لے لوں گا۔ مجھے تو تم کا لفظ استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے تم اور آپ میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا تھا بلکہ میں آپ کی نسبت تم کے لفظ کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ آپ کا لفظ بولتے ہوئے مجھے بوجہ عادت نہ ہونے کے شرم سے پسینہ آجاتا تھا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آپ کہنا جرم ہے۔ مگر اس دوست کے سمجھانے کے بعد میں آپ کا لفظ استعمال کرنے لگا اور ان کی اس نصیحت کا اثر اب تک میرے دل میں موجود ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے لاہور آنے پر یہاں بعض لڑکوں کو نکٹائی لگاتے دیکھا اور میں نے بھی شوق سے ایک نکٹائی خرید لی اور پہننی شروع کر دی۔ گورداسپور ہی کا واقعہ ہے کہ وہی مرحوم دوست مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے ”آج آپ نے نکٹائی پہنی ہے تو ہم کل کنچنیوں کا تماشہ دیکھنے لگ جائیں گے۔ کیونکہ ہم نے تو آپ سے سبق سیکھنا ہے۔ جو قدم آپ اٹھائیں گے، ہم بھی آپ کے پیچھے چلیں گے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے نکٹائی مانگی اور میں نے اتار کر اُن کو دے دی۔

پس ان کی دو نصیحتیں مجھے کبھی نہیں بھول سکتیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک مخلص متبع کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 90)

حضرت مصلح موعودؓ کی حسِ مزاح

مکرم سید غلام احمد فرخ صاحب تحریر کرتے ہیں:

عام طور پر حضورؓ کی حسِ مزاح یعنی sense of humor کا ذکر بہت کم ملتا ہے لیکن اُمّی (حضرت سیدہ چھوٹی آپاؒ) بہت سارے ایسے واقعات کا ذکر کیا کرتی تھیں۔ مثلاً اُمّی نے کئی مرتبہ یہ بتایا کہ ایک دفعہ اُن کا اور حضور کا کھانا پکانے کا مقابلہ ہوا۔ کھانا تیار ہونے پر امی نے حضورؓ کو کہا کہ میری sauce آپ کی sauce سے زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ واقعی تمہاری ساس (یعنی اماں جان) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں۔ اسی طرح بہت سے گھریلو واقعات امی ہمیں ابا حضور کے سناتی رہتی تھیں۔ اسی طرح اُمّی نے بتایا کہ ایک مرتبہ اُن کا اور حضور کا دال پکانے کا مقابلہ ہوگیا۔ اُمّی نے عام روایتی طریق سے دال پکائی لیکن حضورؓ نے مرغی کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزیدار تھی۔ جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے، تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا ’تو پھر بنا لینی تھی‘۔ (گلہائے محبت صفحہ 95)

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں:

چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ کا رویہ نہایت شفقت اور پیار اور محبت والا ہوتا تھا۔ میری دو چھوٹی بہنوں کے نام دردانہ اور فرزانہ ہیں۔ ان سے چھوٹی کا نام حضورؓ نے نزہت رکھا تھا لیکن اسے چھیڑنے کے لئے بڑی بہنوں کے ناموں کے وزن پر اسے ایک آنہ کہا کرتے تھے۔ اس قسم کی چھیڑ چھاڑ خاندان کے سب بچوں سے جاری رہتی۔ میری بہن دردانہ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا کرتے۔

دخت عزیز مرزا کو دردانہ کر دیا
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

بچوں سے خوش طبعی اور مذاق کی بات آپ نے سنی۔ اب ایک بڑوں سے مذاق کی بات سُن لیں۔ ابّا جان (حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ) عام طور پر پلاؤ اور زردہ ملا کر کھاتے تھے اور اس طرح نمکین اور میٹھا ملا کر کھانا حضرت صاحب کو پسند نہ تھا۔ اس بات کو مذاق کے رنگ میں بیان کرتے ہوئے حضورؓ فرمایا کرتے تھے کہ میاں عزیز احمد کا کیا ہے یہ تو ساگ اور فرنی ملا کر کھاتے ہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل 25 فروری 2011ء صفحہ 10)

میم الف میم

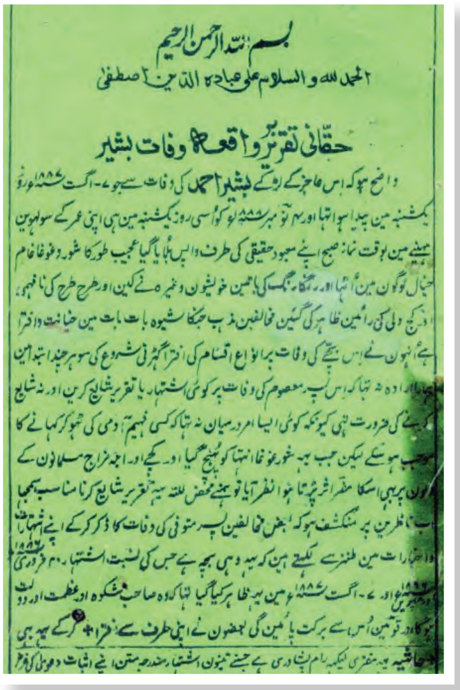
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ
حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

حقّانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

یا

سبز اشتہار

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 فروری 1886ء کو ایک تفصیلی اشتہار شائع فرمایا تھا جس میں اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر بشارت دی کہ نو برس کے اندر آپ کے ہاں غیر معمولی صلاحیتوں والا ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا عظیم الشان لقب مصلح موعودؓ بیان فرمایا۔ اس پیشگوئی کی اشاعت کے بعد آپ کے ہاں 7/اگست 1887ء کو ایک بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام تفاؤل کے طور پر بشیر احمد رکھا گیا اور اجتہادی طور پر گمان کیا گیا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعودؓ یہی لڑکا ہو لیکن وہ بیٹا تقدیر الٰہی سے صرف سولہ ماہ کی عمر میں 4 نومبر 1888ء کو وفات پا گیا۔

اس واقعہ پر مخالفین کی طرف سے سراسر خیانت سے کام لیتے ہوئے شور وغوغا کیا گیا اور طرح طرح کی بدگوئی اور بدزبانی سے بھرے اشتہار شائع کئے گئے کہ نعوذ باللہ موعود بیٹے کے بارے میں مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹ نکلی کیونکہ اس میں یہ لکھا تھا کہ وہ بیٹا لمبی عمر پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس پروپیگنڈے سے کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر مضر اثر پڑتا ہوا دیکھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محض للہ دسمبر 1888ء میں ایک مختصر رسالہ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر کے عنوان سے شائع فرمایا۔ اس رسالہ کا طبع اوّل سبز رنگ کے کاغذ پر شائع ہوا تھا، اس لئے یہ سبز اشتہار کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے بڑی وضاحت اور تحدی کے ساتھ بیان فرمایا کہ آپ نے کسی جگہ یہ ہرگز نہیں لکھا تھا کہ وہ موعود بیٹا اسی حمل سے پیدا ہوگا یا یہ کہ پیدا ہونے والا یہی بیٹا وہ موعود بیٹا ہے جس کی 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی میں بشارت دی گئی ہے۔ آپ نے بڑے زور دار الفاظ میں دعویٰ فرمایا:

"اِس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے دیکھو اشتہار 20 فروری 1886ء و اشتہار 10 جولائی 1888ء سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے"۔

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 453 حاشیہ)

اس سبز اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بشیر اوّل کی وفات کو ویسا ہی ایک ابتلاء اور امتحان قرار دیا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی آتے رہے اور اس سلسلہ میں حضرت داؤدؑ، حضرت مسیح ناصریؑ اور خود آنحضرت ﷺ کے سوانح میں سے بطور مثال واقعات پیش فرمائے۔ بہرحال اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے پیشگوئی مصلح موعودؓ کی وضاحت فرمائی ہے اور بشیر اوّل کی وفات پر پیدا ہونے والی صورت حال کا ردّ فرمایا ہے۔

ایک خاص نکتہ معرفت حضور علیہ السلام نے اس اشتہار میں بیان فرمایا ہے اور وہ نہایت درجہ غور کے لائق ہے کہ:

"سوائے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنے والو! اور اے صداقت کے بھوکو اور پیاسو! یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لے جانے کیلئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولایت نبوّت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کیلئے پناہ۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود کیلئے میخوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کیلئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں سو جس شخص کو کسی ولی کے وجود پر مشاہدہ کے طور پر معرفت حاصل نہیں اُس کی نظر نبی کی معرفت سے بھی قاصر ہے اور جس کو نبی کی کامل معرفت نہیں وہ خدا تعالیٰ کی کامل معرفت سے بھی بے بہرہ ہے اور ایک دن ضرور ٹھوکر کھائے گا اور سخت ٹھوکر کھائے گا اور مجرد دلائل عقلیہ اور علوم رسمیہ کسی کام نہیں آئیں گی"۔

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 461)

تعارفِ کتب

وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا

نوید احمد حمید

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا

بیش قیمت علمی اور تحقیقی ورثہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک علامت اور صفت ”علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا“ بتائی گئی تھی۔ چنانچہ اس صفت کا اظہار آپؓ کی خداداد صلاحیتوں اور استعدادوں سے روز روشن کی طرح ہوا۔ آپؓ اپنی نوجوانی کی عمر سے بڑھاپے تک اپنے علمی و تحقیقی فیض کو اپنی زبان اور قلم کے ذریعہ عام کرتے رہے۔ جس کے نتیجہ میں ایک بیش بہا اور نہ ختم ہونے والا علمی خزانہ تخلیق ہوا۔ حضور رضی اللہ عنہ کا یہ علمی ورثہ تین قسم کے بڑے مجموعوں پر مشتمل ہے جن میں سے سب سے اوّل قرآن کریم کی تفسیر ہے جو دس جلدوں کے 5907 صفحات پر مشتمل تفسیر کبیر کے نام سے معروف ہے۔ اس کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن کریم کا بامحاورہ اردو ترجمہ بعنوان ”تفسیر صغیر“ بھی فرمایا جس کے حاشیہ میں مختصر مگر جامع اور نہایت مفید تفسیری نوٹس بھی ہیں۔ دوسرا مجموعہ جمعہ اور عیدین کے خطبات کے نام سے معروف ہے۔ اس کی ابھی تک 24 جلدیں شائع ہوئی ہیں جن کے 13837 صفحات ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا چھوڑا ہوا تیسرا علمی خزانہ انوار العلوم کے نام سے طبع ہو رہا ہے جو آپؓ کے خطابات اور تصانیف کے مجموعہ کا نام ہے اس کی بھی ابھی تک 26 ضخیم جلدیں شائع ہوئی ہیں جو 14300 صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس میں 250 سے زائد کتب اور خطابات شامل ہیں اس مجموعہ کا پہلا مضمون 1906 کے تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا تھا آپ اس وقت اس رسالہ کے مدیر تھے اور آپ کی عمر صرف 17 سال تھی آخری جلد کے اختتام پر مختلف جلسہ ہائے سالانہ اور دیگر پروگراموں کے لیے لکھے گئے پیغامات ہیں۔ اس طرح یہ 26 جلدیں 58 سال کے طویل عرصہ پر پھیلی ہوئی تحریرات اپنے اندر سموئی ہوئی ہیں۔

ان کتب کے سرسری مطالعہ سے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے حضرت مصلح موعودؓ کی دینی و دنیوی علوم پر یکساں گرفت تھی نیز آپ کی تحریر و تقریر میں خشک علمیت کا شائبہ تک نہ تھا، اس کے برعکس آپ کی گفتگو زندگی سے بھرپور اور دلنشیں ہوتی۔ آپ واقعات اور مثالوں کے ذریعے اپنی بات سمجھاتے یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتب کے مطالعہ کے دوران آخر تک توجہ قائم رہتی ہے اور جب تک کتاب ختم نہ ہو جائے کتاب ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔

انوار العلوم کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہ صرف دینی و روحانی موضوعات پر گفتگو فرمائی بلکہ تاریخ، اخلاقیات، سیاسیات اور اقتصادیات پر بھی اسلامی نقطہ نظر سے سیر حاصل بحث فرمائی۔ یہ امر آپ کے وسعت مطالعہ و تبحر علمی پر شاہد ناطق ہے اور ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ پیش گوئی مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دیگر پہلوؤں کی طرح یہ بات بھی آپ

کی ذات بابرکات میں پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوگئی کہ ”وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا“۔

آپ نے خود تحدیثِ نعمت کے طور پر اس امر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

”وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی اس مضمون کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جس کو آج دوست اور دشمن سب نقل کر رہے ہیں“۔

خلاصۃً ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح سورج اپنی روشنی سے ساری دنیا کو منور کرتا ہے ایسے ہی سیدنا محمودؓ بھی علم وعرفان کے ایک آفتاب تھے جس کے انوار العلوم رہتی دنیا تک علم کی متلاشی آنکھوں کو منور کرتے رہیں گے۔

جیسا کہ اسی تسلسل میں حضور نے خود بھی فرمایا ہے کہ:

عہدۂ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت سے کھولے کہ اب قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔.......... مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ برا بھلا کہے، جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چیں ہونا پڑے گا۔ مجھ سے بہرحال مدد لینی پڑے گی اور میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جاسکے گا چاہے پیغامی ہوں یا مصری۔ ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں بلکہ مَیں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارے میں سب سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں، خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ سے ہی اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ اے نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے۔ پھر اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو؟

(”خلافت راشدہ“۔ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 588-587)

حضرت مصلح موعودؓ کے چھوڑے ہوئے اس علمی خزانہ پر نظر ڈالیں تو آپ کا وجود آفتاب بن کر اُبھرتا ہے، اسی حقیقت کو جناب ثاقب زیروی نے آپؓ کی وفات پر یوں بیان کیا تھا۔

دن ڈھل گیا تو درد نصیبوں کا قافلہ
کاندھوں پہ آفتاب اٹھائے ہوئے چلا

تفسیر کبیر، خطبات محمود اور انوار العلوم کے سیٹ مکمل طور پر نہ صرف کتابی شکل میں دستیاب ہیں بلکہ یہ سب کتب انٹرنیٹ پر بھی بہ آسانی پڑھی جاسکتی ہیں احباب کو اس بیش قیمت علمی خزانہ سے ممکن حد تک استفادہ کی کوشش کرنی چاہیے انوار العلوم میں شامل متعدد کتب کا جرمن ترجمہ بھی ہو چکا ہے جیسے ہستی باری تعالیٰ، منصب خلافت، ذکرِ الٰہی، نظامِ نو، نبیوں کا سردار، آنحضرت ﷺ بائبل میں، اسلام میں اختلافات کا آغاز، احمدیت حقیقی اسلام، وغیرہ۔

سلطان احمد قمر

ربوہ کا قیام

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا عظیم المرتبت کارنامہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ''داغِ ہجرت'' کے الفاظ میں جو خبر دی گئی تھی، مشیئتِ ایزدی کے مطابق آپ کے جانشین اور پسرِ موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ذریعہ پوری ہوئی جب 1947ء کی تقسیم ہند کے وقت جماعت کو اپنے دائمی مرکز قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ اس ہجرت کے نتیجہ میں پیشگوئی مصلح موعودؓ میں بیان شدہ متعدد علامات مثلاً 'وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا'، 'وہ اولوالعزم ہو گا' بڑی شان سے پوری ہوئیں۔

قادیان سے ہجرت کے بعد پاکستان میں جماعت کے مرکز کا قیام ایک بہت بڑا چیلنج تھا جسے اِنتہائی نازک اور مخالفانہ حالات میں خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے قبول کیا اور پنجاب کے دو بڑے شہروں فیصل آباد اور سرگودہا کے عین وسط میں چک ڈھگیاں سے موسوم ایک غیر آباد، بنجر اور غیر ذی زرع ویرانہ کا اِنتخاب کر کے اسے جدید ترقی یافتہ شہری آبادی میں تبدیل کر دکھایا اور بکھری ہوئی جماعت کو پھر ایک جگہ جمع کر کے اشاعتِ دین کے فریضہ کو پہلی سی شان و شوکت کے ساتھ جاری کر دکھایا، یہ عظیم الشان کارنامہ آپ کے اولوالعزم ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس نئے مرکز کے لئے جگہ کی تلاش کی سعادت محترم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ کے حصّہ میں آئی، جنہوں نے مختلف علاقوں میں زمینوں کا جائزہ لیا اور موجودہ دارالھجرت والی زمین کو پسند کر کے حضورؓ کی خدمت میں رائے پیش کر دی۔ جس کے بعد اس زمین کے حصول کے سلسلہ میں دیگر قانونی و انتظامی پیچیدہ مراحل ساہیوال کے فدائی بزرگ خان بہادر حضرت نواب محمد دین صاحب مرحوم کے ذریعہ طے ہوئے۔ یہ رقبہ دریائے چناب کے مغربی کنارے پر قدیمی شہر چنیوٹ سے دس کلومیٹر پر واقع 1506 ایکڑ پر مشتمل تھا جس میں 472 ایکڑ رقبہ سڑک، ریلوے لائن اور پہاڑیوں کی وجہ سے آبادی کے قابل نہ تھا۔ یہ مقام سطح سمندر سے اوسطاً 600 فٹ بلند ہے۔ اس مقام پر 1928ء میں دریائے چناب پر پُل ایک احمدی انجینئر خان بہادر مکرم نعمت اللہ خان صاحب کی نگرانی میں تعمیر ہوا تھا۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک قدم اس جگہ پہلی بار 18/ اکتوبر 1947ء کو پڑے جب آپ اس کا جائزہ لینے کے لئے یہاں تشریف لائے۔ حضورؓ کے ہمراہ مندرجہ ذیل احباب شریک سفر تھے:

1. حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے
2. حضرت نواب محمد دین صاحبؒ
3. حضرت مولانا عبد الرحیم صاحبؓ دردؔ
4. محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحبؒ
5. محترم راجہ علی محمد صاحب مرحوم افسر مال
6. محترم شیخ محمد دین صاحبؒ دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ

اس جگہ کے ملاحظہ کے بعد حضورؓ نے فرمایا یہ جگہ میری

12/دسمبر 1941ء والی رؤیا سے ملتی جلتی ہے۔خواب میں جو جگہ دیکھی تھی وہ سرسبز تھی لیکن یہاں سبزہ نام کی چیز نہ تھی۔ حضور نے اس بارہ میں فرمایا کہ اگر کوشش کی جائے تو یہاں بھی سبزہ ہوسکتا ہے۔ پھر اللہ نے آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات بڑی شان سے پوری فرمائی اور یہ زمین اب سرسبز وشاداب ہوگئی ہے،الحمد للہ۔

بہرحال ایک طویل جدوجہد کے بعد حضور رضی اللہ عنہ نے 11/جون 1948ء کے خطبہ جمعہ میں اس اراضی کی خرید کی کارروائی کی تفصیلات بیان فرمائیں۔27/جون 1948ء کو زمین کی قیمت جھنگ سرکاری خزانہ میں جمع کروائی گئی یوں سرکاری رجسٹری مکمل ہوئی۔ جگہ کی قیمت کے بارہ میں بعض معاند اخبارات آزاد،احسان،زمیندار نے ہمیشہ کی طرح شور مچایا کہ سستے داموں دے دی گئی ہے جبکہ مہنگے داموں خریدنے والے موجود تھے۔جماعت نے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا اور حکومت پنجاب کی طرف سے بھی بیان شائع ہوگیا کہ ”احمدیوں کو دس روپے فی ایکڑ کے بھاؤ بنجر زمین دی گئی ہے۔یہاں قادیان کے خانماں ویران لوگ آباد ہوں گے“۔(اخبار انقلاب لاہور 31/اگست 1948ء)

حضور کی ہدایت کے مطابق خرید کے بعد 5/اگست 1948ء کو اس جگہ کا فوری قبضہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے حاصل کیا اور حضور کی رہنمائی میں فوری طور پر دس ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تھے۔اس کمیٹی کے ذمہ دفاتر، سکولز،بہشتی مقبرہ،ہسپتال وغیرہ نیز پانی کے انتظام،تیل اور غلہ کے کوٹہ،تازہ دودھ کی فراہمی،درختوں کی کاشت،مساجد کی تعمیر،فوری آبادی،احباب کو زمین فروخت کرنے اور اس کی قیمت،دُکانوں کے معاملات وغیرہ معاملات کے لئے منصوبہ بندی کا کام تھا۔

اس نئے مرکز کا نام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ عنہ کی تجویز پر ”ربوہ“ منظور فرمایا۔جس کے معنی ٹیلہ، پہاڑی، بلند زمین کے ہیں۔(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 423، 422) قرآن کریم میں یہ لفظ دومرتبہ آیا ہے۔ایک تو سورۃ البقرہ میں عمومی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور دوسرے سورۃ المؤمنون میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو جس جگہ پناہ دی اُس کے لئے ”ربوہ“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اس نئے مرکز ربوہ کا افتتاح 20/ستمبر 1948ء کو ڈیڑھ بجے سیّدنا مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ظہر کی ادائیگی، درد سے بھرے نہایت موثر اور تفصیلی خطاب، پرسوز ابراہیمی دعاؤں کے تین تین بار دہرانے اور پانچ بکروں کی قربانی کے ساتھ عمل میں آیا۔اس تاریخی تقریب میں چنیوٹ،احمد نگر، لالیاں،لائلپور،سرگودہا،لاہور،قصور،سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ، جہلم اور بعض دوسرے مقامات سے اڑھائی صد احباب جماعت کو شرکت کی سعادت ملی۔(الفضل لاہور، مؤرخہ 22 ستمبر 1948ء صفحہ 2) تقریب افتتاح کے آخر تک شاملین کی تعداد 616 تک پہنچ گئی تھی(تاریخ احمدیت جلد 12 ضمیمہ) جس مقام پر حضور نے پہلی نماز پڑھائی وہاں پر ایک مسجد یادگار 1958ء میں تعمیر کر دی گئی۔

تقریب افتتاح کے مقام پر ایک موٹر لاری، پانچ کاریں، 24 تانگے اور 32 سائیکل موجود تھے۔ وسیع شامیانے کے علاوہ چھ خیمے نصب کئے گئے تھے۔بعض مستورات بھی افتتاحی تقریب میں شامل ہوگئی تھیں۔انہوں نے پردہ کے پیچھے نماز ادا کی۔(الفضل 22/ستمبر 1948ء)

تقریب افتتاح کے جلد بعد حضور رضی اللہ عنہ ربوہ میں سکونت پذیر ہوگئے اور 30 ستمبر 1948ء کا جمعہ ربوہ میں ہی پڑھایا اور مختلف تعمیراتی کام شروع کروا دیئے چنانچہ 3/اکتوبر 1949ء کو ربوہ کی پہلی مستقل مسجد مبارک کا سنگِ بنیاد حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔جس کا نقشہ حفیظ الرحمان واحد صاحب نے تیار کیا جبکہ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی صحابی حضرت مسیح موعودؑ (313) کی نگرانی میں مسجد مبارک 1951ء میں مکمل ہوئی۔حضور رضی اللہ عنہ نے 23/مارچ 1951ء کو اس میں پہلا خطبہ ارشاد فرمایا اور اس موقع پر سجدۂ شکر بھی ادا کیا۔

جماعت احمدیہ کا سرزمین ربوہ پر پہلا جلسہ سالانہ 15 تا 17/اپریل 1949ء کو منعقد ہوا۔(یہ دراصل 1948ء کا جلسہ تھا) اس بے آب وگیاہ چٹیل میدان میں سولہ ہزار سے زائد افراد اس تاریخی جلسہ میں شامل ہوئے۔
(الفضل 23/اپریل 1949ء)

ابتدائی طور پر ربوہ کے محلہ جات کے الف۔ب۔ج۔ د۔س۔ص اور ط کے نام رکھے گئے۔پھر ستمبر 1950ء میں حضور کی ہدایت پر ان کے مندرجہ ذیل نام رکھ دیئے گئے: دارالیمن (الف)،باب الابواب (ب)،دارالنصر (ج)، دارالبرکات (د)، دارالرحمت (س)، دارالصدر (ص)، دارالفضل (ط)۔الاٹمنٹ پلاٹس سب سے پہلے دارالیمن اور دارالصدر کی ہوئی۔ پھر باب الابواب اور دارالفضل کی الاٹمنٹ کی گئی۔ دارالصدر میں سب سے پہلی کوٹھی نواب محمد احمد صاحب مرحوم کی تعمیر ہوئی۔ دارالیمن میں پہلا ذاتی مکان ٹھیکیدار نور احمد صاحب مرحوم نے تعمیر کیا۔ باب الابواب میں چوہدری عبداللطیف صاحب مرحوم اور دارالفضل میں کیپٹن نواب دین صاحب مرحوم نے پہلا مکان بنایا۔(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 216)

مرکز کے افتتاح کے بعد پہلے عارضی دفاتر قائم کر کے کام شروع کر دیا گیا اور 1950ء میں مستقل دفاتر کی تعمیر شروع ہوئی۔ پھر چند سال میں قصرِ خلافت، دفاتر تحریکِ جدید، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور دفاتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ 1951ء کے آخر تک ڈاکخانہ، تار گھر اور ٹیلیفون کا کنکشن لگنے کے علاوہ ریلوے اسٹیشن اور لاری اڈہ بھی کھول دیا گیا تاہم بجلی 1954ء میں لگی۔

7/ نومبر 1948ء کو حضور کی دعوت پر لاہور کے بڑے بڑے اخباروں کے نمائندگان نے حضور کی معیت میں نئے مرکز کا دورہ کیا اور انہیں نئے مرکز کے پلان کے بارہ میں آگاہ کیا گیا جنہوں نے اپنے اخبارات میں اپنے تاثرات کا بھی اظہار کیا۔ صحافیوں میں فیض احمد فیضؔ، میاں محمد شفیع، مولانا عبدالمجید سالک، سردار فضلی، باری علیگ، چوہدری بشیر احمد، مسٹر عبداللہ بٹ، مسٹر عثمان صدیقی، پروفیسر محمد سرور، میاں صالح محمد صدیق اور ثاقب زیروی صاحب شامل تھے۔ صحافیوں نے اپنے اخبارات میں نئے مرکز احمدیت کے بارہ میں اپنی آراء اور تبصرے تحریر کئے ان میں سے ایک بطور نمونہ پیش ہے، محترم وقار انبالوی نے اس نئی بستی کے بارہ میں اپنے اخبار "سفینہ" میں لکھا:

"ایک مہاجر کی حیثیت سے ہمارے لئے ربوہ ایک سبق ہے... ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتدا کر دی ہے۔ ربوہ ایک اور نقطہ نظر سے بھی ہمارے لئے محل نظر ہے وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونہ پر بسا سکتی ہے۔ اس طرح ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعوے کئے بغیر کچھ کر دکھاتے ہیں"۔

(بحوالہ الفضل 13/ نومبر 1948ء)

ناکافی وسائل اور نامساعد حالات میں دیوانوں اور پروانوں کی اس بستی کے بسنے کا آغاز ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جو دن چڑھا، ترقیات کی نئی صبحیں لے کر چڑھا۔ چنانچہ آج یہاں بہترین دینی و دنیوی تعلیمی ادارے، بہترین سہولتوں سے آراستہ ہسپتال، بڑی بڑی مساجد، ایوان محمود جیسا عظیم ہال، بازار، سوئمنگ پول، سلسلہ کے مرکزی دفاتر کے ساتھ ساتھ مجالس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے دفاتر، بہترین مہمان نوازی کی سہولتوں سے آراستہ دار الضیافت، گلشن احمد نرسری اور داغ مفارقت دے جانے والوں کے لئے آخری آرام گاہ نہایت منظم بہشتی مقبرہ اور عام قبرستان قائم ہو چکے ہیں، الحمد للہ۔

ان اداروں کی بدولت ربوہ میں ایسا علمی ماحول پیدا ہوا کہ پاکستان کے بڑے بڑے ادیب، شاعر اور اہلِ ذوق حضرات یہاں ہونے والی تقریبات میں شوق سے شامل ہوتے۔ یہاں سے بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کے ساتھ ساتھ عوام وخواص کے لئے حسب ذوق علمی و تحقیقی متعدد روزنامہ و ماہانہ رسائل واخبارات بھی شائع ہوتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کھیل کے میدان میں بھی ربوہ نے غیر معمولی نام پیدا کیا چنانچہ اس چھوٹے سے شہر میں کبڈی، باسکٹ بال اور گھوڑ دوڑ کے قومی سطح کے سالانہ ٹورنامنٹ منعقد ہوتے رہے۔ جن میں ملک بھر کی نامور ٹیمیں شرکت کیا کرتی تھیں اور ان کھیلوں کا نظارہ نہ صرف اہالیان ربوہ بلکہ ان ٹیموں کے غیر از جماعت کھلاڑیوں کو بھی سارا سال رہتا تھا۔

غرض ایک ایسی جگہ جسے آباد کرنے کی کئی لوگوں نے لاحاصل کوششیں کیں اور اپنا زرِ کثیر اس مقصد کے لئے خرچ بھی کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے لیکن سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی نے اُسے آباد کر کے گویا جنگل میں منگل کر دیا۔ یہ بلاشبہ آپ کا ایک عظیم المرتبت کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا جیسا کہ اس کے بارہ میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے بھی فرمایا تھا:

"یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا جس پر نعرہ تکبیر لگے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے یہ کبھی نہیں اجڑے گی، کبھی تباہ نہ ہو گی۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمیشہ یہاں سے اونچا ہوتا رہے گا"۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 14/ مارچ 1957ء)

ربوہ کی اس بستی کو مکہ مکرمہ کے ساتھ ابتدا میں وادیٔ غیر ذی زرع اور بعد میں ایک ترقی یافتہ شہر میں تبدیل ہوجانے کے اعتبار سے ایک گہری مناسبت ہے۔ جیسا کہ ربوہ کے افتتاح کے موقع پر بھی حضرت مصلح موعودؓ نے اُنہی پُرسوز دعاؤں کی تلاوت فرمائی تھی جن دعاؤں کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین پر اپنے اہلِ خانہ کو آباد کیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے یہ اشعار اسی مناسبت کی عکاسی کرتے ہیں:

ربوہ کو ترا مرکز توحید بنا کر
اک نعرۂ تکبیر فلک بوس لگائیں
ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعا گو
کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے

ملاقاتوں کی حسین یادیں

(ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی نے جرمنی میں مقیم ایسے احباب سے گفتگو کی ہے جنہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو دیکھنے اور ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان احباب کے مشاہدات ہدیہ قارئین ہیں۔ ایسی حسین یادیں جن دوستوں کے پاس ہوں، براہ کرم اخبار احمدیہ کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔)

مبلغ سلسلہ مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب نائب امیر جرمنی بیان کرتے ہیں:

مجھے اپنے بچپن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملنا اچھی طرح یاد ہے جب حضور رضی اللہ عنہ سن پچاس کی دھائی میں سندھ تشریف لایا کرتے تھے تو اُس وقت ہم کنجے جی ریلوے اسٹیشن پر استقبال کے لئے جمع ہوتے۔ پھر ناصر آباد اسٹیٹ والی حضور رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ میں حاضر ہو کر مصافحہ کا شرف حاصل کرنا اور حضور رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا خوب یاد ہے۔ ایک مرتبہ ناصر آباد اسٹیٹ کی مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا بھی موقع ملا، خطبہ جمعہ میں حضور رضی اللہ عنہ نے زراعت کے بارہ میں ہدایات دی تھیں۔

ایک مرتبہ مجھے کافی دیر تک حضور رضی اللہ عنہ کے دیدار کا موقع اُس وقت ملا جب ٹاہلی سے ناصر آباد سفر کے دوران گاڑی کنری پاک اسٹیشن پر رُکی تو حضور رضی اللہ عنہ اپنے ڈبے سے باہر تشریف لائے اور دیر تک احباب کے درمیان رونق افروز رہے۔ حضور رضی اللہ عنہ کے نورانی چہرہ کی یاد ابھی تک میری آنکھوں میں تازہ ہے۔ اُس وقت موجود عاشقوں نے اپنے محبوب کا جی بھر کر دیدار کیا۔

مکرم چوہدری شریف خالد صاحب جرمنی بیان کرتے ہیں:

خاکسار کو سب سے پہلے 1939ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو دیکھنے اور ملاقات کرنے کی سعادت ملی۔ اُس وقت اپنے والد صاحب کے ساتھ خلافت جوبلی جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان گیا تھا اور میری عمر سات برس تھی۔ علاوہ ازیں ایک مرتبہ حضور رضی اللہ عنہ راولپنڈی تشریف لے جاتے ہوئے گجرات میں قیام فرما ہوئے تھے تو بھی حضور رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ خاکسار 1947ء میں جامعہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوا تو پھر متعدد مرتبہ حضور رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ حضور رضی اللہ عنہ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مسجد مبارک میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس علم و عرفان ہوا کرتی تھی۔ اس دوران ہم طلبہ جامعہ کو حضور رضی اللہ عنہ کے پاؤں دبانے کی بھی سعادت ملتی۔ لاہور میں ہونے والے جلسہ کی حضور رضی اللہ عنہ کی وہ تقریر خوب یاد ہے جس میں حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر اسلام میں خودکشی جائز ہوتی تو... اس پر ایک جوشیلے پٹھان دوست اپنا خنجر نکال کر کھڑے ہو گئے کہ حضور رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوں۔ مجھے ربوہ کے افتتاحی پروگرام میں بھی شامل ہونے کی توفیق ملی، الحمد للہ۔

مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ صاحب جرمنی بیان کرتے ہیں:

سن 1943ء یا 44ء کی بات ہے کہ خاکسار کو سات آٹھ سال کی عمر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے پہلی بار جلسہ

سالانہ کے موقع پر قادیان میں ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ہم سب قطار میں کمرہ ملاقات کی طرف جا رہے تھے کہ اس دوران اباجی نے مجھے ایک روپیہ دیا کہ حضورؓ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا ہے۔

1951ء میں ٹی آئی کالج ربوہ میں داخل ہوا تو متعدد بار حضورؓ سے شرف باریابی ملتا رہا۔ جب حضورؓ پر ایک دشمن نے حملہ کیا تو ہم بوریوالہ سے گروپ کی صورت میں ربوہ گئے تھے مگر ملاقات نہ ہوسکی تھی۔ ربوہ کے ایک جلسہ سالانہ کے آخری دن کی وہ تقریر کبھی نہیں بھولتی جس کے دوران حضورؓ نے سب احباب جماعت کو کھڑا ہونے کا ارشاد فرمایا پھر یہ دعا تین بار دہرائی اور یاد کرائی: اللّٰھمّ إنّي أسألُكَ حُبَّكَ، وحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، والعمَلَ الّذِي يُبلّغُني حُبَّكَ، اللّٰھُمَّ اجعل حُبَّكَ أحبَّ إليَّ من نفسي، وأهلي، ومن الماءِ البارِدِ
خاکسار کو اُس وقت سے یہ دعا یاد ہے اور جب بھی اسے پڑھتا ہوں، وہ جلسہ اور اس کا سماں یاد آجاتا ہے۔

مکرم چوہدری منور احمد خالد صاحب کو بلنس جرمنی بیان کرتے ہیں:

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب میری عمر 6 سال کی تھی اور جمعہ کے لئے ناصر آباد (سندھ) گئے تو میرے بڑے بھائی نے چاندی کا ایک روپیہ دیا کہ حضورؓ سے ملاقات کے موقع پر پیش کروں۔ جب حضورؓ سے ملاقات کا وقت آیا تو لطیفہ یہ ہوا کہ میں نے وہ روپیہ بائیں ہاتھ میں پکڑلیا اور دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرلیا اور فوراً ہی مجھے احساس ہوا کہ نذرانہ تو میں نے پیش ہی نہیں کیا چنانچہ وہ روپیہ دائیں ہاتھ میں پکڑ کر عرض کیا حضورؓ پیسہ لے لیں۔ حضورؓ مسکرائے، شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا اور روپیہ لے لیا۔

مکرم عرفان احمد خان صاحب حال فرانکفرٹ بتاتے ہیں کہ حضورؓ کی وفات کے وقت ان کی عمر 13 برس تھی۔ انہیں اپنے دو چچاؤں محترم مرغوب احمد خان صاحب اور محترم محبوب احمد خان صاحب کے نکاح کے موقع پر مسجد مبارک ربوہ میں حضورؓ کو دیکھنا یاد ہے۔ نکاحوں کا اعلان تو حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب نے کیا تھا تاہم حضورؓ کرسی پر تشریف فرما رہے۔ اس موقع پر حضورؓ نے دونوں نام سن کر فرمایا کہ یہ ''ب'' کہاں سے آگئی۔ اُس وقت تو سمجھ نہ آئی تاہم گھر آکر علم ہوا کہ حضورؓ کی مراد تھی کہ باقی بھائیوں کے نام تو مسعود، مولود، سعود وغیرہ ہیں، ان دو ناموں کا وزن کیوں تبدیل ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں مجھے یاد ہے کہ حضورؓ قصر خلافت سے باہر تشریف لے جاتے تو ہم سب بچے مسجد مبارک کے دروازے کے سامنے کھڑے ہوجاتے اور حضورؓ کو گزرتے ہوئے دیکھ کر سلام کرکے خوشی محسوس کرتے۔

خاکسار (محمد الیاس منیر حال جرمنی) عرض کرتا ہے:

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے وقت خاکسار کی عمر آٹھ سال تھی۔ خاکسار کو حضورؓ سے دو مرتبہ ملنا اچھی طرح یاد ہے۔ خاکسار کی دادی جان مرحومہ ہمارے خاندان کے چند بچوں کو حضور کی زیارت کے لئے لے کر گئی تھیں۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے تو لمبے سے اس کمرے کے درمیان میں چارپائی پر حضورؓ ہلکے آسمانی رنگ کا کرتا اور پاجامہ زیب تن کئے لیٹے ہوئے تھے۔ ہمیں ہدایت تھی کہ حضورؓ کی چارپائی کے اوپر سے چکر لگا کر حضورؓ کی زیارت کرتے ہوئے گزر جائیں۔ اُس وقت حضورؓ کے پاس حضرت چھوٹی آپا مرحومہ یا حضرت مہر آپا مرحومہ تشریف رکھتی تھیں۔

ایک مرتبہ تو حضورؓ سوئے ہوئے تھے اور دوسری مرتبہ حضورؓ لیٹے ہوئے ذکر الٰہی میں مصروف تھے کہ حضورؓ کے ہونٹ ہل رہے تھے اور سینہ پر رکھے ہاتھ کی انگشت شہادت آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔

علاوہ ازیں خاکسار کے استاد حضرت مولانا محمد احمد جلیل صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب حضورؓ تفسیر کبیر تصنیف فرما رہے تھے تو متعدد خدام کو حضورؓ کے پاس بیٹھ کر مضمون کی کتابت کرنے کی سعادت ملی۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ مجھے یاد ہے کہ یہ نشستیں کئی کئی گھنٹے طویل ہوا کرتی تھیں جن میں حضورؓ لکھواتے ہی چلے جاتے تھے اور جس کی وجہ سے ہمارے ہاتھ تھک جاتے۔ اس کا علاج حضورؓ نے یہ نکالا تھا کہ گرم حلوہ سے بھری پوٹلیاں ہمارے ہاتھوں کے اوپر باندھ دی جاتیں جس کی وجہ سے ہمارے ہاتھ گرم رہتے اور بغیر وقفہ کے دیر تک لکھنا ممکن رہتا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے نام

(ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر جب بارش ہوتی رہی اور ہزاروں کا مجمع دم سادھے حضورؓ کی تقریر سنتا رہا، میری عمر اس وقت نو سال تھی)

محبتوں کے نور کی جھلک مجھے بھی یاد ہے
ترے حسین روپ کی چمک مجھے بھی یاد ہے
مجھے ہے یاد آج بھی وہ تیری چشم نیم وا
تری جبینِ ناز کی دمک مجھے بھی یاد ہے

مجھے وہ شام یاد ہے سنی تھی جب تری صدا
تری صدا کی چاشنی اچک کے لے گئی ہوا
ہجوم بیکراں تھا اور رکی ہوئی سی کائنات
کھڑی تھی تیرے دار پر کوئی فقیر بے نوا

بس اک ذرا سی بات ہے کہ روئیداد کچھ نہیں
وہ عمر ایسی عمر تھی کہ اور یاد کچھ نہیں
وہ شام ایسی شام تھی وہ شام بھولتی نہیں
پھر اس کے بعد کیا ہوا چہ بادا باد کچھ نہیں

وہ سال تھا کہ اس کے بعد قافلے ہی لٹ گئے
کچھ ایسے ماہ و سال تھے کہ فاصلے سمٹ گئے
مجھے وہ سردیوں میں بارشوں کی شام یاد ہے
پھر اس کے بعد عمر کے بہت سے سال کٹ گئے

بہت سے سال کٹ گئے ہیں گو ترے وصال کو
میں بھول پائی ہی نہیں ہوں اس عجیب سال کو
جو قادیاں میں کٹ گئی وہ اک عجیب شام تھی
میں کیسے بھول پاؤں گی چمن کے اس غزال کو

(ڈاکٹر فہمیدہ منیر)

(روزنامہ الفضل ربوہ 17 فروری 2011ء)

(رحمت اللہ بندیشہ۔ مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

تجارت ایک مقدس پیشہ اور اسلامی تعلیمات

اسلام ایک ایسا کامل اور آفاقی دین ہے جو نہ صرف انسان کو اُس کے خالق، ربِّ کائنات سے ملاتا ہے، بلکہ انسانوں کے آپس کے تعلقات کو بہتر سے بہترین بنانے کے لیے وہ اصول و ضوابط اور تعلیمات عطاء فرماتا ہے، جن پر عمل کرنے سے ہر معاشرہ ترقی کرتے ہوئے ایک جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے لیے اسلامی شریعت میں صحیح اور موزوں احکام موجود نہ ہوں، اور احکام بھی ایسے کہ جن سے بہتر متصور نہیں ہو سکتے۔

انسان کے اِندرونی تقویٰ کے امتحان کا ذریعہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ اپنے معاملات میں کیسا ہے۔ اِس کا برتاؤ بنی نوع انسان کے ساتھ کیسا ہے؟ اور وہ کس طرح پاکیزگی اور خدا ترسی سے دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے۔

قرآن مجید نے جن تمدنی احکام پر خاص طور پر زور دیا ہے، اور اسے نیکی اور تقوی کا مدار قرار دیا ہے ان میں سے ایک تجارتی معاملات اور لین دین میں پاکیزگی اور دیانتداری اختیار کرنا ہے۔ اسی طرح ناجائز نفع، ماپ تول میں کمی وبیشی، ذخیرہ اندوزی، غلط بیانی اور دھوکہ بازی کو قرآن مجید نے نہ صرف حرام قرار دیا ہے، بلکہ ان امور کو باہمی تجارت و اعتماد کے لئے تباہ کن بھی قرار دیا ہے، اور بنی نوع انسان پر انتہائی ظلم قرار دیا ہے۔ اِن قرآنی احکامات کی احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام مہدیؑ اور آپ کے خلفاء کرام کے فرمودات کی روشنی میں کچھ وضاحت کرنا اس وقت مقصود ہے۔

تجارتی امور میں پاکیزگی اور دیانتداری کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے توحید کے قیام کے علاوہ، صرف تجارتی امور میں اصلاح کے لئے ایک عظیم الشان نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ:

اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِیۡنَ۝ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ۝ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَہُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ۝ وَ اتَّقُوا الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالۡجِبِلَّۃَ الۡاَوَّلِیۡنَ۝

پورا پورا ماپ تولو اور ان میں سے نہ بنو جو کم کر کے دیتے ہیں۔ اور سیدھی ڈنڈی سے تولا کرو۔ اور لوگوں کے مال ان کو کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فسادی بن کر بدامنی نہ پھیلاتے پھرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور پہلی خلقت کو بھی (الشعراء 185-182)

قرآن مجید میں یہ ذکر محض تاریخی واقعہ کے طور پر بیان نہیں ہوا۔ کیونکہ قرآن مجید صرف تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ سارا بیان مسلمانوں کے لئے عبرت اور موعظت ہے اور اس میں انہیں سبق دیا گیا ہے کہ تجارتی بددیانتی قوموں کو برباد کر دیتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بابت فرماتے ہیں کہ:۔

''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی حضرت شعیبؑ کی قوم کا ذکر کیا ہے ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ ماپ تول پورا دیا کرو۔ کم تولنے کے لئے ڈنڈی مارنے کے طریقے اختیار نہ کرو کیونکہ تمہاری یہ بدنیتی ملک میں فساد اور بدامنی پھیلانے کا باعث بنے گی۔۔۔۔۔۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اور کسی طور سے لوگوں کو ان کے مال کا نقصان نہ پہنچاؤ اور فساد کی نیت سے زمین پر مت پھرا کرو۔ یعنی اس نیت سے کہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں یا کسی کی جیب کتریں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 347)

تو یہ ماپ تول پورا نہ کرنا یا ڈنڈی مارنا، دیتے ہوئے مال تھوڑا تول کر دینا اور لیتے ہوئے زیادہ لینے کی کوشش کرنا یہ تمام باتیں چوری اور ڈاکہ ڈالنے کے برابر ہیں۔ اس لئے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ کوئی بات نہیں تھوڑا سا کاروباری دھوکہ ہے کوئی ایسا بڑا گناہ نہیں۔ بڑے واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ خبردار رہو، سن لو کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

پھر بعض لوگ دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی بات نہیں اس کو تو پتہ نہیں چل رہا کہ فلاں چیز کی کیا قدر ہے، اس کو دھوکے سے بیوقوف بنا لو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کچھ اپنی جیب میں ڈال لو، کچھ اصل مالک کو دے دو۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ بات، یہ عمل بھی اسی زمرے میں آتے ہیں، جو فساد پیدا کرنے والے عمل ہیں۔ اس قسم کے لوگ جو اس طرح کا مال کھانے والے ہوتے ہیں یہ لوگ دوسروں کے مال کھا کر آپس میں لڑائی جھگڑوں اور فساد کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے فریق کو جب پتہ چلتا ہے کہ اس طرح میرا مال کھایا گیا تو ان کے خلاف کارروائی کرتا ہے اور اس طرح آپس کے تعلقات میں دراڑیں پڑتی ہیں۔ تعلقات خراب ہوتے ہیں، مقدمے بازیاں ہوتی ہیں۔ دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں اور بڑھتی ہیں۔ لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ اور اگر دوسرا فریق صبر کرنے والا ہو، حوصلہ دکھانے والا ہو تو پھر تو بچت ہو جاتی ہے ورنہ جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ لڑائی جھگڑے، فساد، فتنہ یہی صورتحال سامنے آتی ہے۔ اور روزمرہ ہم ان باتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر لوگوں کا مال کھانے والا، کم تول کرنے والا اس حرام مال کی وجہ سے جو وہ کھا رہا ہوتا ہے طبعاً فسادی اور فتنہ پرداز بن جاتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے والا نہیں ہوتا۔ نیکی اور امن کی بات کی اس سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کی ہر بات اور ہر کام میں سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ 18/ نومبر 2005ء خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 671، 673)

ایسے لوگوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 89 مطبوعہ 1886ء بحوالہ۔ روحانی خزائن جلد2 صفحہ 137)

یاد رہے کہ قرآن کریم نے متعدد بار ماپ و تول کو درست کرنے کی طرف توجہ دلائی اور توجہ نہ کرنے والوں کو انذار فرمایا۔

وَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا: اور جب تم ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور سیدھی ڈنڈی سے تولو یہ بات بہت بہتر اور انجام کار سب سے اچھی ہے (سورۃ بنی اسرائیل:36)

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۙ یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ

ترجمہ: ہلاکت ہے تول میں ناانصافی کرنے والوں کے لئے۔ یعنی وہ لوگ کہ جب وہ لوگوں سے تول لیتے ہیں بھرپور (پیمانوں کے ساتھ) لیتے ہیں۔ اور جب اُن کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں کرتے کہ وہ ضرور اٹھائے جائیں گے۔ ایک بہت بڑے دن (پیش ہونے) کے لئے۔ جس دن لوگ تمام جہانوں کے ربّ کے حضور کھڑے ہوں گے۔ (المطففین 2-7)

گویا ایسے لوگوں کی حالت حضرت مسیح موعودؑ کے اِس شعر سے یوں عیاں ہوتی ہے کہ

دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 89 مطبوعہ 1886ء بحوالہ۔ روحانی خزائن جلد2 صفحہ 138)

بہترین ذریعہ معاش

انسانی ذرائع معاش میں سے حضور ﷺ نے بہترین ذریعہ معاش تجارت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا کون سا ذریعہ معاش بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاتھ کی محنت، دستکاری اور صاف ستھری تجارت بہترین ذریعہ معاش ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 141 نسخہ یمنیہ)

لیکن اِسی تجارت میں چونکہ لین دین کا معاملہ بھی ہوا کرتا ہے، اس لیے اس ضمن میں آپ ﷺ کی نہایت تفصیل سے زریں ہدایات ملتی ہیں۔ جن سے نہ صرف آپس میں اعتماد بڑھتا ہے، بلکہ حصول برکت کا باعث بھی ہوتا ہے۔ ایک ایسے ہی موقع پر آپ ﷺ نے مسلمان تاجروں کو یہ انتہائی پیاری نصیحت فرمائی ہے کہ زِنْ وَاَرْجِحْ ''جب تم وزن کیا کرو تو (خریدار کو) زیادہ دیا کرو''

(ترمذی، ابواب البیوع، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ)

جبکہ دوسری حدیث میں ایک موقع پر یہ فرمایا:

اِذَا وَزَنْتُمْ فَاَرْجِحُوا ''جب تم (خریدار کے لیے) وزن کرو تو زیادہ کرو'' (ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الرُّجحان فی الوَزنِ) اور دوران تجارت باہم خرید و فروخت میں اعتماد پیدا کرنے کی بابت احادیث میں ایک واقعہ کچھ اس طرح ملتا ہے:

حضرت قیلہ ام بنی انمارؓ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عمرہ کے دوران ''مروہ'' مقام کے قریب حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک عورت ہوں جو خرید و فروخت کیا کرتی ہوں جب میں کوئی چیز خریدنا چاہتی ہوں اس کی قیمت لگاتی ہوں اس سے کم جتنے میں لینا چاہتی ہوں۔ پھر میں بڑھاتی ہوں یہاں تک کہ اس (قیمت تک) پہنچ جاتی ہوں جو میرا

ارادہ ہوتا ہے اور جب میں کوئی چیز بیچنا چاہتی ہوں تو میں اس کی اس سے زیادہ قیمت لگاتی ہوں جو میرا ارادہ ہوتا ہے پھر میں کم کرتی ہوں یہاں تک کہ وہاں پہنچ جاتی ہوں جہاں میرا ارادہ بیچنے کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قَیلہؓ! ایسا نہ کرو، جب تم کچھ خریدنا چاہو تو اس کی قیمت لگاؤ جو تم چاہتی ہو خواہ تمہیں دیا جائے یا نہ دیا جائے اور فرمایا جب تم کوئی چیز بیچنا چاہو تو وہ قیمت بتاؤ جو تمہارا ارادہ ہے خواہ تم دو یا نہ دو۔ (ابن ماجہ ابواب التجارات بَابُ السَّوْمِ)

اسی طرح احادیث میں بھی امانت دارانہ تجارت کا انتہائی اعلیٰ مقام اور بددیانتی پر مبنی تجارت کرنے والوں کے لیے شدید ناراضگی کا بیان ہوا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ

یعنی جو تاجر تجارت کے اندر سچائی اور امانت کو اختیار کرے گا، تو وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(سنن الترمذي، أبواب البيوع، بَابُ مَا جَاءَ فِي التُّجَّارِ وَتَسْمِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهُمْ)

جبکہ بددیانت تاجروں کے انذار کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

التُّجَّارُ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً، إِلاَّ مَنِ اتَّقَى اللهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ

تاجروں کا حشر بروز قیامت فجار میں سے ہوگا، سوائے ان کے جنہوں نے اللہ کا تقویٰ اختیار کیا، اور نیکی کا راستہ اپنایا اور صدق کا اپنا شعار بنایا۔

(مسند الامام الدارمی۔ ومن کتاب السیر۔968 - باب فی التُّجَّارِ)

اسی طرح فرمایا کہ:۔

فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا ”

خریدنے اور بیچنے والے اگر سچائی سے کام لیں اور معاملے کو واضح کر دیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے، اور اگر دونوں کوئی بات چھپالیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے کاروبار سے برکت اٹھالی جاتی ہے“

(صحيح بخاری، کتاب البيوع باب البَيِّعَانِ بِالخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا)

مالی معاملات میں صفائی اور معاہدات کی پابندی

مالی معاملات میں صفائی اور معاہدات کی پابندی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

”ایک اور اہم بات معاملات کی صفائی ہے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ جس طرح ہمیں تکلیف ہوتی ہے اسی طرح اس کو بھی ہوتی ہے جس کا روپیہ دینا ہوتا ہے تو پھر لین دین کے معاملات میں اتنی مشکلات نہ رونما ہوں۔۔۔۔ شریعت نے معاہدات کی پابندی نہایت ضروری قرار دی ہے۔

دوسری بات یہ ضروری ہے کہ مال میں خواہ ذرا سا بھی نقص ہو، تاجر کو چاہئے کہ خریدار کو بتادے تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو۔ اس طرح نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی رہتا ہے۔ (انوار العلوم جلد 12 صفحہ 602-601)

اسی طرح ایک روایت میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے نہ بات کرے گا، نہ اس کی طرف توجہ کرے گا۔ اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے کلام کرے گا، نہ ہی ان کی طرف نظر (کرم) فرمائے گا، نیز ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ الفاظ کہے حضرت ابوذرؓ نے کہا: جو لوگ خائب و خاسر ہو گئے یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے لوگ ہیں؟ فرمایا: ازار لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، اور جھوٹی قسم کھا کر سودہ بیچنے والا۔ (مسلم کتاب، کتاب الایمان)

مگر تجارت اور لین دین کی ان تمام معاملات میں مصروفیات کے باوجود ایک نہایت اہم امر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد سے دل غافل نہ ہو، چنانچہ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کو ایسا ہونا چاہئے کہ دست درکار دل بایار (یعنی ہاتھ کام میں، اور دل خدا کی یاد میں مگن ہو۔ ناقل)۔۔۔۔ صحابہ میں بعض بڑے دولت مند تھے اور دنیا کے تمام کاروبار کرتے تھے اور اسلام میں بہت سے بادشاہ گزرے ہیں جو درویش سیرت تھے، تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے تھے، لیکن دل ہر وقت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا“۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 81)

بقیہ: اسیروں کی رُستگاری کا موجب از صفحہ 19

مثلاً مسجد فضل لندن کا چندہ اور مسجد مبارک ہالینڈ کا چندہ وغیرہ۔ آہستہ آہستہ وہ عورتیں جو کبھی اپنی ضروریات پر دینی ضروریات کو مقدم رکھنے کا تصور بھی نہیں رکھتی تھیں انہوں نے بیش قیمت زیورات حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ یہ قربانی صرف ان عورتوں نے نہیں کی جو امیر تھیں اور جن کے پاس دینے کو زیور اور روپے تھے بلکہ وہ غریب ترین عورتیں جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا بلکہ جن کو گزارہ کے لئے انجمن سے رقوم ملتی تھیں انہوں نے بھی سب کچھ پیش کر دیا۔ یہ تک نہ دیکھا کہ شام کے کھانے کے لئے بھی کچھ ہے یا نہیں۔ غرض احمدی عورت کے کردار کی تعمیر اور قربانیوں کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بہت لمبا عرصہ کوشش کی۔ ایک سکیم ختم ہوتی دوسری شروع ہو جاتی۔ ناخواندہ کو خواندہ بنانے کا کام لجنہ اماء اللہ کے سپرد کیا اور اُس وقت قادیان میں ایک عورت بھی ایسی نہ رہی جو پڑھ لکھ نہ سکتی ہو۔ عورتوں میں علم کا شوق اور اس علم کا اظہار تحریر کے ذریعہ کرنے کے لئے آپ نے مصباح جاری فرمایا۔ شروع میں اس کی ادارت مردوں کے ہاتھوں میں رہی عورتیں مضمون لکھ کر بھجوا دیا کرتی تھیں لیکن 1947ء سے کُلّی طور پر عورتوں نے اس کو بھی سنبھال لیا۔۔۔۔ اس نوٹ کے ذریعہ میں اپنی تعلیم یافتہ ادب کا ذوق رکھنے والی اور جنہیں لکھنے کا شوق ہے، توجہ دلاتی ہوں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اس یادگار کو جو ہر جگہ اپنی روشنی پھیلا رہی ہے بجھنے نہ دیں بلکہ اس کی روشنی کو تیز سے تیز کرنے کی کوششیں کریں۔ (گلہائے محبت صفحہ 66-64)

انتقالِ پُر ملال

مکرم رانا نعیم احمد صاحب (کارکن شعبہ اشاعت جرمنی) کے بھائی مکرم رانا رفیق احمد صاحب قائد تعلیم القرآن انصار اللہ انگلستان مورخہ 13 دسمبر 2019ء کو بعمر 69 سال وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مورخہ 19 دسمبر کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحوم 1984ء تا 2004ء فرانکفرٹ میں مقیم رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ رحمت و مغفرت کا سلوک فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے زیر انتظام

15ویں سالانہ تربیتی کلاس کا انعقاد

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی ہر سال موسم سرما کی تعطیلات میں خدام الاحمدیہ میں نئے شامل ہونے والے نوجوانوں کے لئے تربیتی کلاس منعقد کرتی ہے۔ امسال مؤرخہ 23 تا 29 دسمبر 2019ء جامعہ احمدیہ جرمنی میں 15ویں تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا۔ اس کلاس میں جرمنی بھر سے 249 نوجوان شامل ہوئے۔ اس تربیتی کلاس کے لئے ایک انتظامی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ناظم اعلیٰ مکرم توقیر بٹ صاحب تھے۔ 22 دسمبر سے شاملین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ 23 دسمبر کو صبح 10 بجے کلاس کا افتتاح عمل میں آیا۔ طلبہ کی سات کلاسز بنائی گئیں۔ جن کے لئے اساتذہ مقرر کئے گئے۔ صبح ناشتہ کے بعد سہ پہر تک علم الکلام، تفسیر القرآن، تاریخ اسلام، تاریخ احمدیت و دیگر علمی مضامین پڑھائے جاتے رہے۔ تفسیر القرآن میں سورۃ کہف کی پہلی دس اور آخری دس آیات کی تفسیر پڑھائی گئی۔ نوجوانوں کی دلچسپی کے لئے مختلف کھیلوں کے پروگرام بھی رکھے گئے تھے جن میں باسکٹ بال، کرکٹ، ٹیبل ٹینس اور فٹبال شامل ہیں۔ نماز مغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد روزانہ تلقین عمل کے سلسلہ میں علمائے دین کی تقاریر اور مختلف دینی موضوعات پر گفت وشنید کا پروگرام منعقد کیا جاتا رہا۔ محترم امیر صاحب جرمنی، مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی، مکرم شمشاد احمد قمر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی، مکرم عابد وحید خان صاحب انچارج پریس ڈیسک لندن، مکرم احمد کمال صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی اور مربیان کرام مکرم امتیاز احمد شاہین صاحب مربی سلسلہ، مکرم ذیشان احمد باجوہ صاحب نے مختلف مواقع پر کلاس سے خطاب کیا۔

مؤرخہ 29 دسمبر 2019ء کو دوپہر ساڑھے بارہ بجے اختتامی تقریب مکرم مبارک احمد تنویر صاحب استاد جامعہ احمدیہ کی صدارت میں شروع ہوئی۔ جس میں نظامت کے فرائض مکرم مدبر آسان صاحب نے سرانجام دیئے۔ تلاوت، عہد و نظم کے بعد کلاس کی رپورٹ پیش کی گئی۔ مہمان خصوصی مکرم مبارک احمد تنویر صاحب نے پوزیشنز حاصل کرنے والے خدام اور گروپس میں انعامات تقسیم کئے۔ مہمان خصوصی نے اختتامی خطاب میں کہا: ''اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں احمدی گھرانوں میں پیدا کیا۔ دینی لحاظ سے ہماری راہنمائی کے لئے چھوٹی عمر سے ہی ذیلی تنظیمیں افراد جماعت کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں''۔ انہوں نے نوجوانوں کو عباد الرحمٰن بننے، شیطانی امور سے بچنے، خلافت سے وابستگی اور راہنمائی حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آخر میں مکرم احمد کمال صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے انتظامیہ کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا کیا جس کے بعد اختتامی دعا ہوئی۔

(رپورٹ: عرفان احمد خان)

Wir sind alle DEUTSCHLAND

قسط چہارم

جرمنی میں تبلیغ اسلام

جرمنی کی سو فیصد آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی تحریک

تبلیغی اسٹالز

پراجیکٹ 2023ء کی ایک اہم کڑی تبلیغی اسٹالز ہیں۔مجلس شوریٰ کی تجویز کی روشنی میں دسمبر 2014ء تا اکتوبر 2015ء اس کام کی تفصیلی منصوبہ بندی کی گئی۔اس دوران جماعتی نظام اور جرمنی کے نقشے کو مدِنظر رکھتے ہوئے آزمائشی طور پر چند علاقوں میں کام شروع کیا گیا اور جرمنی کے دور دراز مشرقی علاقوں کا انتخاب کیا گیا تا کہ وہاں مخالفین کے نسبتاً زیادہ ہونے کے ناطے اندازہ کیا جاسکے کہ کیا کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔چنانچہ مندرجہ ذیل 4 صوبوں کے 18 شہروں/مقامات پر تبلیغی اسٹینڈز کی اجازت کے لیے درخواست دی گئی۔

Sachsen, Berlin, Sachsen Anhalt, Thüringen

ان میں سے 16 مقامات پر اسٹال لگانے اجازت موصول ہوئی، الحمدللہ۔ چنانچہ مؤرخہ 10 تا 31 اکتوبر 2015ء مندرجہ ذیل جماعتوں/لوکل امارات کے تعاون سے 12 تبلیغی اسٹینڈز لگائے گئے:

L.A Dramstadt, L.A Wiesbaden, L.A Offenbach, L.A Mörfelden Walldorf, L.A Gross Gerau, L.A Riedstadt

Region Main Franken, Region Hessen Nord, Dieburg, Langen

اِس دوران مجموعی طور پر 11080 فلائیرز اور 410 کتب تقسیم ہوئیں، اس مقصد کے لئے 50 افراد نے 10461 کلومیٹر سفر کیا اور دو طرفہ سفر کے علاوہ تقریباً 76 گھنٹے صَرف کئے۔ نیز ٹیمز کی تیاری کی غرض سے 115 رابطے بذریعہ فون کئے گئے۔

تجرباتی مرحلہ مکمل ہونے پر تمام رپورٹس اور نتائج کا جائزہ لینے اور تجزیہ کرنے کے بعد ایک لائحہ عمل مرتب کیا گیا اور طریقہ کار طے کیا گیا۔جس کے مطابق کسی بھی نئے ضلع (کرائس) میں تبلیغ پروجیکٹ کے کام کا آغاز پریس کانفرنس کے ذریعے کیا جانے لگا۔پریس کانفرنس کی تاریخ طے ہو جانے کے فوراً بعد اس ضلع کے چند شہروں میں انتظامیہ سے تبلیغی اسٹینڈز لگانے کے لیے درخواستیں دی جاتی ہیں۔تبلیغی اسٹینڈز کی اجازت ملنے پر اُن کے مقامات اور تواریخ کا ذکر پریس کانفرنس کے دوران بھی کیا جاتا ہے۔چنانچہ 12 مقامات سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ اب جرمنی کے طول و عرض میں پھیل چکا ہے۔اس سلسلے میں 2016ء سے اب تک کی گئی کاوشوں کی رپورٹس پیش خدمت ہیں:

Regionen	Anzahl Tabligh Stand	Anzahl Personen	Anzahl verteilter Literatur	Anzahl verteilter Flyer	Gefahrene KM	Stunden
Baden	5	13	148	72	1475	38
Bayern	15	109	172	7684	6090	217,5
Niedersachsen	11	49	99	1346	4520	118
Württemberg	10	47	108	449	440	52,5
Markazi Team	10	80	458	17021	17261	188,5
Sachsen-Brandenburg	18	119	236	4131	20595	272,5
Hamburg	3	36	88	2523	840	22,5
Gesamtergebnis	72	453	1309	33226	51221	909,5

سال 2016ء

2016ء میں جرمنی کے مندرجہ ذیل 6 صوبوں سے اس پروجیکٹ کے پہلے مرحلے کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔

Sachsen-Anhalt, Bayern, Mecklenberg-Vorpommern, Sachsen, Baden-Württemberg, Thüringen

جرمنی بھر سے جن ریجنز کی جماعتوں اور لوکل امارات کو جرمنی کے دور دراز علاقوں/دیہات میں جاکر تبلیغی اسٹالز کے ذریعے اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی ان کی تفصیل 2016ء والے جدول میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سال 2017ء

2017ء میں مندرجہ ذیل مزید 3 صوبوں کے اضافے کے ساتھ جرمنی کے کُل 9 صوبوں میں اس پروجیکٹ کے تحت تبلیغ اسلام کا کام جاری رکھا گیا۔

Niedersachsen, Nordrhein-Westfalen, Schleswig-Holstein

مندرجہ ذیل ریجنز کی جماعتوں اور لوکل امارات کو جرمنی کے دور دراز علاقوں/دیہات میں جاکر تبلیغی اسٹالز کے ذریعے اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی، الحمدللہ۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے ہمیں سال 2017ء میں مشرقی جرمنی کے صوبہ زاکسن ان ہالٹ Sachsen Anhalt میں مکمل طور پر جماعت کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضور انور کی راہنمائی میں 2019ء میں دوسرے مرحلے میں یہاں پر اپنی خدمات پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل جماعتی ریجنز اور لوکل امارات دور دراز کے علاقوں میں جاکر اپنی خدمات بجالاتی رہی ہیں۔

Niedersachsen, Hessen Nord, Sachsen Brandenburg, Mörfelden-Walldorf, Offenbach, Darmstadt

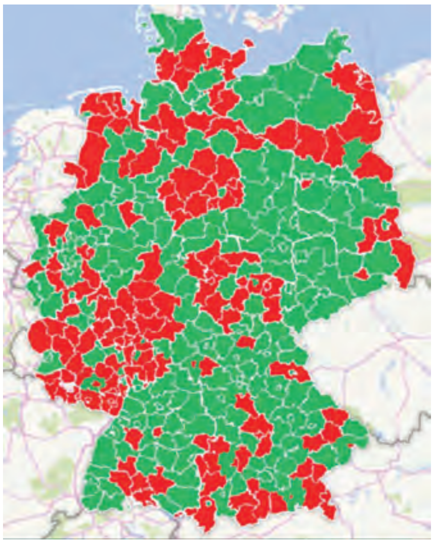

اب دوسرے مرحلے میں لوکل امارت گروس گیراؤ Gross Gerau, Mannheim, Frankfurt Dietzenbach اور ریجن Hessen Süd کی جماعتیں اپنی خدمات بجالا رہی ہیں۔

سال 2018ء

سال 2018ء میں مزید 6 صوبوں کے اضافے کے ساتھ جرمنی کے کُل 15 صوبوں میں اس پروجیکٹ کے تحت تبلیغِ اسلام کا کام جاری رکھا گیا۔ 2018ء میں مندرجہ ذیل 6 صوبوں میں پروجیکٹ کا آغاز کیا گیا۔

Hessen, Berlin, Brandenburg, Bremen, Rheinland Pfalz, Hamburg

ان علاقوں میں مندرجہ ذیل ریجنز کی جماعتوں اور لوکل امارات کو تبلیغی اسٹالز کے ذریعے اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی (الحمدللہ)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی میں برکت ڈالے اور ہر لحاظ سے ہماری تائید ونصرت فرمائے اور یہ کہ ہم میں سے ہر ایک تبلیغ کے اس اہم فریضہ کو کماحقہ بجالانے والا ہو، آمین۔

(رپورٹ: ظفر احمد ناگی۔ اسسٹنٹ نیشنل سیکرٹری تبلیغ، نگران تبلیغ پراجیکٹ 2023ء جرمنی)

سال 2017ء

Regionen	Anzahl Tabligh Stand	Anzahl Personen	Anzahl verteilter Literatur	Anzahl verteilter Flyer	Gefahrene KM	Stunden
Baden	14	91	146	3752	676	73,5
Bayern	19	86	171	5061	3833	124,5
Niedersachsen	7	43	48	2107	1590	43
Nordrhein-Westfalen	10	80	278	9677	1248	72
Württemberg	17	108	266	4385	83	72
Sachsen-Brandenburg	17	65	401	779	8555	96
Gesamtergebnis	84	473	1310	25761	15985	481

سال 2018ء

Regionen	Anzahl Tabligh Stand	Anzahl Personen	Anzahl verteilter Literatur	Anzahl verteilter Flyer	Gefahrene KM	Stunden
Baden	9	69	81	1174	535	38
Bayern	27	82	460	4018	6124	153
Niedersachsen	19	146	70	8602	2106	87
Württemberg	19	166	207	8120	k.a	35
Sachsen-Brandenburg	4	k.a	2	7	200	6
Hessen Nord	11	69	384	2972	332	45
Hamburg	3	18	135	1400	1650	36
Rheinland-Pfalz-Saarland	5	39	k.a	1975	150	27
Westfalen	4	50	5	3600	k.a	22
Nordrhein	19	105	15	6354	775	84
Gesamtergebnis	120	744	1359	38222	11877	533

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات ودعائے مغفرت

مکرم افضال احمد عابد صاحب

مکرم افضال احمد عابد صاحب جماعت نوئے ویڈ مؤرخہ 5 جنوری 2020ء کو بعمر 63 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ مکرم چوہدری منیر احمد صاحب مرحوم آف کوٹ احمدیاں ضلع بدین سندھ پاکستان کے صاحبزادے اور حضرت چوہدری غلام حیدر صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے تھے۔ مرحوم مکرم مغفور احمد منیب صاحب انچارج جاپانی ڈیسک کے برادر نسبتی اور مکرم اقبال احمد منیر صاحب مربی سلسلہ ”گلشن جامی“ کراچی پاکستان کے بڑے بھائی تھے نیز چوہدری منور احمد خالد صاحب آف کوبلنس کے بھتیجے اور داماد تھے۔

مؤرخہ 8/جنوری 2020ء بروز بدھ مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب نے 'بیت الرحیم' NEUWIED میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میّت ربوہ لے جائی گئی جہاں 10جنوری 2020ء کو مسجد مبارک میں مکرم بشارت احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے جمعہ کے بعد نماز جنازہ پڑھائی۔ بعدازاں تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ہوئی۔

مرحوم کو جرمنی میں 11سال تک بطور اوّلین صدر جماعت پلائیڈ اور اس کے علاوہ بطور سیکرٹری تربیت، سیکرٹری تبلیغ، ناظم علاقہ مجلس انصار اللہ بھی خدمت کی توفیق ملی۔

مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے مکرم ذیشان احمد عابد صاحب، مکرم فرید احمد عابد صاحب، مکرم ابدال احمد عابد صاحب اور تین بیٹیاں محترمہ فریحہ احمد عابد صاحبہ، مکرمہ فائزہ احمد عابد صاحبہ، مکرمہ ماریہ احمد عابد صاحبہ چھوڑی ہیں۔ (محمد عالم سوہل صدر جماعت نوئے ویڈ)

محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ

میری پیاری نانی جان محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ چوھدری عطاء اللہ چیمہ صاحب مرحوم مورخہ 25 نومبر 2019ء کو وہاڑی، پاکستان میں بعمر 86 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ بہت سی صفات کی مالک تھیں۔ صاف گو اور سچائی کا دامن ہمیشہ تھامے رکھنے والی تھیں آپ خوش طبع، ملنسار اور خدمت گذار تھیں۔ وصیت کے بابرکت نظام میں شامل تھیں۔ آپ نے سوگواران میں ایک بیٹا مکرم سیف اللہ چیمہ صاحب ناروے، مکرمہ بشریٰ مظفر صاحبہ کولون جرمنی، مکرمہ آنسہ بیگم صاحبہ پاکستان اور مکرمہ آصفہ بیگم صاحبہ پاکستان میں چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم کیپٹن ریٹائرڈ شمیم احمد صاحب نے دعا کرائی۔ (کامران احمد، مربی سلسلہ مینسٹر)

مکرم عبدالغفور چوہان صاحب

مکرم عبدالغفور چوہان صاحب ابن مکرم احمد علی چوہان صاحب حلقہ BORNHEIM فرانکفرٹ مؤرخہ 25دسمبر 2019ء بعمر 80سال بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی نماز جنازہ مؤرخہ 27دسمبر کو بعد نماز جمعہ مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے بیت السبوح میں پڑھائی جبکہ تدفین 2 جنوری 2020ء کو SÜD FRIEDHOF فرانکفرٹ میں ہوئی۔

مرحوم کا تعلق ضلع جھنگ پاکستان سے تھا لیکن بچپن سے ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔ مرحوم 1975ء میں جرمنی میں آ گئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور مخلص احمدی تھے اور تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے مکرم مرسب صاحب اور طٰہٰ چوہان صاحب سوگوار چھوڑے ہیں۔ (لوکل امیر فرانکفرٹ)

مکرم چوہدری احمد دین گھمن صاحب

مکرم چوہدری احمد دین گھمن صاحب ابن مکرم الٰہی بخش گھمن صاحب مؤرخہ 11/ جنوری 2020ء بروز ہفتہ، 96سال کی عمر میں بقضائے الٰہی کاسل جرمنی میں وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 15جنوری کو مسجد محمود کاسل میں ادا کی گئی جس کے بعد مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ موسے والا تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پاکستان میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، تہجد گزار اور صوم وصلوٰۃ کے انتہائی پابند تھے۔ اکثر اوقات سخت سردی، برفباری اور بارش کے موسم میں بھی دو، تین کلومیٹر کا فاصلہ پیدل ہی طے کر کے مسجد میں پہنچ جایا کرتے تھے اور باقاعدگی کے ساتھ پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ احباب جماعت کو بھی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے توجہ دلایا کرتے تھے۔ آپ مخلص، نیک، شفیق، ملنسار، سلام میں پہل کرنے، بچوں سے محبت کرنے اور خلافت سے محبت رکھنے والے دعا گو بزرگ تھے۔

مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے تایا جان مکرم بہاول بخش گھمن صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے آئی۔ مرحوم کو 1976ء میں تین ماہ کے لئے اسیر راہِ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ اسی طرح انھیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہجرتِ پاکستان کے وقت لاہور میں قیام کے دوران دوماہ کے عرصہ کے لئے سیکیورٹی کی ڈیوٹی دینے کی توفیق بھی ملی۔ مرحوم 1989ء سے جرمنی میں مقیم تھے اور 2000ء سے جماعت کاسل (Kassel) کے ایک فعال ممبر تھے۔ کاسل میں مسجد محمود کی تعمیر کے دوران وقارِ عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی طرح جلسہ سالانہ، سالانہ وریجنل اجتماعات اور مقامی سطح پر ہونے والے تمام پروگراموں کے موقع پر ضیافت کی تیاری کے سلسلہ میں ہمیشہ خدمت بجالایا کرتے تھے۔ مسجد میں ہونے والے وقارِعمل نیز تبلیغی وتربیتی پروگراموں کے انتظامات کے سلسلہ میں بھی پوری لگن کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے۔ مربیان کرام کے ساتھ بہت محبت وشفقت سے پیش آتے تھے اور ان کا بے انتہاء دلی احترام کرنے والے وجود تھے۔ عرب، ترک، جرمن اور افریقی نو احمدی احباب کے ساتھ جرمن زبان نہ جاننے کے باوجود انتہائی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے اور ان کی طرف سے بھی ان کے ساتھ محبت کا جواباً اظہار 'باباجی باباجی' کے الفاظ کے ساتھ ہوتا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

(ساجد احمد نسیم، مربی سلسلہ وصدر جماعت کاسل)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

سالِ نَو کے موقع پر

جرمنی بھر میں وقارِ عمل

رپورٹ: عرفان احمد خان

گزشتہ تین دہائیوں سے خدام الاحمدیہ جرمنی کی یہ روایت چلی آرہی ہے کہ سال نَو کے آغاز پر تمام مجالس میں نماز تہجد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نماز فجر اور درس کے بعد شاملین کے لئے ناشتہ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد خدام وقار عمل کے لئے مخصوص جگہوں کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں۔ اس خصوصی وقار عمل میں سال نو کے استقبال کے لئے مقامی آبادی کی طرف سے کی جانے والی آتش بازی کے کوڑا کرکٹ کو ٹھکانے لگایا جاتا ہے۔ اس کے لئے مقامی شہری انتظامیہ سے مل کر پروگرام ترتیب دیا جاتا ہے جس میں مقامی سرکاری انتظامیہ وقارِ عمل کی جگہ کا تعین کرتی ہے۔ خدمت خلق کے اس کام کو جہاں مقامی شہری انتظامیہ اور شہریوں کی طرف سے سراہا جاتا ہے وہیں یہ وقارِ عمل ذرائع ابلاغ پر جماعت کے تعارف اور تبلیغ میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ مختلف اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی چینلز پر اس کی رپورٹس تصاویر اور وڈیوز نشر ہوتی ہیں۔

شعبہ اعتماد مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے مہیا کردہ اعداد وشمار کے مطابق امسال یکم جنوری 2020ء کو جرمنی بھر کی 244 مجالس میں باجماعت نماز تہجد کا انتظام کیا گیا۔ ایک مجلس میں مناسب جگہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے احباب جماعت نے انفرادی تہجد ادا کی۔

امسال باجماعت نماز تہجد میں کل 5215 خدام، 1325 اطفال اور 2450 انصار نے شرکت کی۔ نماز فجر کے بعد ہر جگہ صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ پھر تمام حاضرین کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا۔ اجتماعی وقار عمل میں کل 4601 خدام، 1110 اطفال کے علاوہ 1620 انصار بھی شامل ہوئے۔ مجموعی طور پر جرمنی بھر میں 372 گھنٹے اس کارِ خیر میں صَرف ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام شاملین کو جزائے خیر سے نوازے اور اس کے نیک نتائج اسلام اور احمدیت کے حق میں ظاہر فرمائے، آمین۔

اُذْکُرُوْا مَوْتٰکُمْ بِالْخَیْرِ

مکرم محمد ریاض سیفی صاحب مرحوم

عرفان احمد خان

جماعت احمدیہ جرمنی کے مخلص خادم مکرم محمد ریاض سیفی صاحب مرحوم 15 ستمبر 1947ء کو رحیم یار خان میں چوہدری دین محمد صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔جن کا آبائی تعلق قادیان کے قریبی گاؤں ننگل سے تھا۔آپ کے دادا جناب ماہی خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت پائی اور مکرم ماہی خان صاحب قادیان تشریف لانے والے مہمانوں کو لنگرخانہ میں کھانا پیش کیا کرتے تھے۔ننھیال کی طرف سے مکرم ریاض سیفی صاحب کے نانا حضرت میاں جان محمد صاحبؓ بھی صحابی تھے۔ جنہوں نے اپنے والد میاں غلام محمد صاحبؓ کے ساتھ 14سال کی عمر میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ بیعت سے قبل میاں غلام احمد صاحبؓ نے حضورؑ سے فرمایا کہ میرے چند سوال ہیں۔ جس پر حضورؑ نے مفتی فضل الرحمٰن صاحب سے کہا کہ آپ ان کی تسلی کروادیں۔ چنانچہ مفتی فضل الرحمٰنؓ کے ساتھ ایک طویل نشست کے بعد آپؓ نے بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ حضرت میاں جان محمد صاحبؓ کو 1991ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی سعادت ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ تصویر بھی ہوئی۔

سیفی صاحب مرحوم نے اپنی ملازمت کا آغاز کراچی میں ماڈرن موٹرز سے کیا اور کراچی میں قیام کے دوران قیادت حلقہ اورنگی ٹاؤن میں خدام الاحمدیہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ 1977ء میں آپ پہلی مرتبہ جرمنی تشریف لائے اور 1978ء کے آغاز میں جرمنی کے شہر نیورن برگ میں مقیم ہوئے جہاں پہلے سے چند احمدی احباب رہائش پذیر تھے۔ اس سے ملحقہ علاقہ ZIRNDORF میں نسبتاً زیادہ احمدی احباب تھے جہاں نماز سینٹر اور چندہ کا نظام قائم ہو چکا تھا۔

1979ء میں جماعت نیورن برگ کا قیام ہوا تو جماعتی انتخاب کے نتیجہ میں مکرم محمد ریاض سیفی صاحب مرحوم اس جماعت کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ یاد رہے کہ 1955ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جرمنی تشریف لائے تو آپ کا سب سے پہلا ورود مسعود اسی شہر نیورن برگ میں ہوا تھا اور یہاں اس وقت تک 15 جرمن افراد پر مشتمل جماعت کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔

سرن ڈورف میں سیاسی پناہ گزینوں کے معاملات کو نمٹانے کے لئے مرکزی دفتر قائم تھا۔اس طرح نئے آنے والے دوستوں کی راہنمائی اور مدد کرنے میں جماعت سرن ڈورف کے احباب نے بھرپور تعاون کیا جن میں مکرم محمد ریاض سیفی صاحب بطور صدر جماعت پیش پیش تھے۔

1982ء میں آپ امریکہ چلے گئے جہاں آپ نے پانچ سال تک واشنگٹن مشن ہاؤس کے شعبہ مال میں خدمت سرانجام دی۔مئی 1989ء میں آپ دوسری مرتبہ جرمنی آئے۔شروع میں آپ نے تین ماہ اوفن باخ میں رہائش اختیار کی اور اس کے بعد تادمِ وفات آپ فرینکفرٹ جماعت کے ممبر رہے۔ جہاں آپ نے صدر حلقہ ایشر زہائیم کی ذمہ داری بھی ادا کی۔

آپ مالی امور کا گہرا تجربہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے آنے کے بعد شعبہ مال میں کام شروع کر دیا۔1991ء سے 1994ء تک بطور ایڈیشنل سیکرٹری مال جماعت احمدیہ جرمنی اور پھر سیکرٹری وقفِ جدید جرمنی کے طور پر کام کرنے کی توفیق پائی۔مجلس انصار اللہ جرمنی میں بھی آپ پوری طرح فعال رہے۔ آپ نے بحیثیت قائد مال مجلس انصار اللہ جرمنی مالی نظام کو مستحکم کیا۔

آپ کے ساتھ کام کرنے والے بتاتے ہیں کہ روز دفتر آ کر پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور پھر کام کا آغاز کرتے۔ آپ نہایت محنتی، ایمان دار اور سلسلہ کا درد رکھنے والے کارکن تھے۔ 2005ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ بیماری سے شفا پانے کے بعد آپ نے دوبارہ بطور نائب قائد مال مجلس انصار اللہ جرمنی خدمت کرنا شروع کر دی۔ 2015ء میں آپ پر بیماری کا دوسرا حملہ ہوا جس کے بعد آپ دو سال سے زائد عرصہ بیمار رہنے کے بعد 31 جنوری 2017ء کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یکم فروری 2017ء کو بعد نماز مغرب آپ کی نماز جنازہ بیت السبوح میں ادا کی گئی۔ آپ موصی تھے۔ آپ کی خواہش کے مطابق جنازہ تدفین کے لئے ربوہ لے جایا گیا۔ جہاں مؤرخہ 6 فروری کو نماز جمعہ کے بعد مسجد مبارک میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور بہشتی مقبرہ دارالفضل میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔جن میں سے ایک بیٹی مکرمہ ڈاکٹر مصور احمد صاحبہ کینیڈا میں جبکہ دیگر بچے جرمنی میں مقیم ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جرمنی کے اس خادم کی خدمت کو قبول فرمائے اور جنت کی راہیں ان پر آسان کرے اور ان کی اولاد میں اپنے والد کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

ادبی صفحہ، طنز و مزاح

کولمبس خان

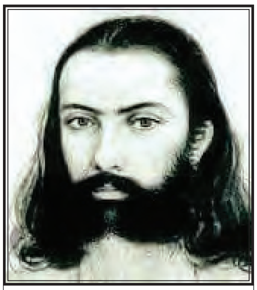

مومن خان مومن

مرزا اسد اللہ خان غالب

آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ایک دن مرزا غالب نے مومن خان مومن سے پوچھا "حکیم صاحب! آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟ مومن نے جواب میں کہا:

"مرزا صاحب! اگر درد سے آپ کا مطلب داڑھ کا درد ہے تو اس کی کوئی دوا نہیں، بہتر ہوگا، آپ داڑھ نکلوا دیجئے، کیونکہ ولیم شیکسپیئر نے کہا ہے۔ وہ فلسفی ابھی پیدا نہیں ہوا، جو داڑھ کا درد برداشت کر سکے۔

مرزا غالب نے حکیم صاحب کی سادہ لوحی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے فرمایا: "میری مراد داڑھ کے درد سے نہیں، آپ کی دعا سے ابھی میری داڑھیں کافی مضبوط ہیں"۔

"تو پھر شاید آپ کا ارشاد دردِ سر کی طرف ہے۔ دیکھئے مرزا صاحب، حکماء نے دردِ سر کی درجنوں قسمیں گنوائی ہیں۔ مثلاً آدھے سر کا درد، سر کے پچھلے حصے کا درد، سر کے اگلے حصے کا درد، سر کے درمیانی حصے کا درد، ان میں ہر درد کے لئے ایک خاص بیماری ذمہ دار ہوتی ہے۔ اگر کنپٹیوں پر ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے آپ کی بینائی کمزور ہوگئی ہو، دراصل درد سر کو مرض نہیں مرض کی علامت سمجھا جاتا ہے"۔

"بہر حال چاہے یہ مرض ہے یا مرض کی علامت، مجھے درد کی شکایت نہیں ہے"۔

"پھر آپ ضرور دردِ جگر میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ آپ نے اپنے کچھ اشعار میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے" مثلاً

یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یا

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

مرزا صاحب، حکماء نے اس مرض کے لئے "پپیتا" کو اکسیر قرار دیا ہے۔ کسی تک بند نے کیا خوب کہا ہے۔

جگر کے فعل سے انساں ہے جیتا
اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا

"آپ کا یہ قیاس بھی غلط ہے۔ میرا آج تک اس مرض سے واسطہ نہیں پڑا"۔

"تو پھر آپ اس شاعرانہ مرض کے شکار ہوگئے ہیں، جسے دردِ دل کہا جاتا ہے اور جس میں مبتلا ہونے کے بعد میر کو کہنا پڑا تھا۔

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

معلوم ہوتا ہے اس ڈومنی نے، جس پر مرنے کا آپ نے اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے، آپ کو کہیں کا نہیں رکھا..........

آپ نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے ع

اللہ رے گمرہی! بت و بت خانہ چھوڑ کر
مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ

"خدانخواستہ کہیں آپ کو جوڑوں کا درد تو نہیں۔ دائمی زکام کی طرح یہ مرض بھی اتنا ڈھیٹ ہے کہ مریض کی ساری عمر جان نہیں چھوڑتا بلکہ مریض تو مرنے کے بعد بھی قبر میں اس کی شکایت کرتے سنے گئے ہیں۔ عموماً یہ مرض جس میں تیزابی مادہ کے زیادہ ہوجانے سے ہوتا ہے"

"تیزابی مادہ ختم کرنے کے لئے ہی تو میں ہر روز تیزاب یعنی شراب پیتا ہوں۔ ہومیوپیتھی کا اصول ہے کہ زہر کا علاج زہر سے کیا جانا چاہیے، خدا جانے یہ سچ ہے یا جھوٹ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ شراب نے مجھے اب تک جوڑوں کے درد سے محفوظ رکھا"۔

"پھر آپ یقیناً دردِ گردہ میں مبتلا ہیں۔ یہ درد اتنا ظالم ہوتا ہے کہ مریض تڑپ تڑپ کر بے حال ہوجاتا ہے"۔

"میرے گردے ابھی تک سلامت ہیں، شاید اس لئے کہ بڑے دل گردے کا انسان ہوں"۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر آپ کو محض وہم ہوگیا ہے کہ آپ کو درد کی شکایت ہے اور وہم کی دوا لقمان حکیم کے پاس تھی نہ حکیم مومن خان مومن کے پاس ہے"۔

"قبلہ میں اس درد کا ذکر کر رہا ہوں جسے عرفِ عام میں "زندگی" کہتے ہیں"۔

"کسی شخص کو بچھو نے کاٹ کھایا، درد سے بلبلاتے ہوئے اس نے ایک بزرگ سے پوچھا اس درد کا بھی کوئی علاج ہے؟ بزرگ نے فرمایا "ہاں ہے اور وہ یہ کہ تین دن چیختے اور چلاتے رہو، چوتھے دن درد خود بخود کافور ہوجائے گا"۔

"سبحان اللہ! حکیم صاحب۔ آپ نے تو گویا میرے شعر کی تفسیر کر دی"۔

"کون سے شعر کی قبلہ"

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(کلیات کنہیا لال کپور، صفحہ 7)

"سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے"

اخبار احمدیہ جرمنی کے ایک قاری ایڈیٹر کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں:

اس دنیا کی عظیم الشان ہستیاں جنہیں عرفِ عام میں 'مدیر' کہا جاتا ہے کی دلی کیفیت کا اندازہ مذکورہ بالا مصرعہ سے ہوتا ہے۔ مضمون نگاروں سے منت سماجت کر کے مضمون لکھواتے ہیں۔ وہ بھی بعد میں خود از سر نو لکھنا پڑتا ہے۔ رسالے کے پروف دس دس بار پڑھتے ہیں پھر بھی اغلاط رہ جاتی ہیں۔ الغرض جس کرب و عذاب سے یہ ایڈیٹر نامی مخلوق گزرتی ہے اس کا اندازہ سابق ایڈیٹران ہی لگا سکتے ہیں۔ اس لیے احباب تمام ایڈیٹر صاحبان کی بلندیٔ درجات کے لیے دُعا گو رہیں جس کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ جس قسم کی عبارتیں ایڈیٹر صاحب کو درست کرنی پڑتی ہیں یہ اذیت ان کے لیے بروز محشر بخشش کے لیے کافی ہے۔ اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ (نوید حمید)

ہوشیار پور کے اُس گھر کا بیرونی منظر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ فرمایا تھا۔
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یہاں جنوری 2006ء میں تشریف لے گئے تھے۔

چلہ والے کمرہ کا اندرونی منظر جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

”اِن دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے“

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 64 مطبوعہ 2008ء قادیان)

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 21
ISSUE 02
February 2020
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir